خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 15/ اگست 2022ء | 17/ محرم 1444 ہجری قمری | 15 ظہور 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:170

ارشاد باری تعالیٰ

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۲﴾

(آل عمران:32)

ترجمہ: تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

کیا اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرے اس کا یہی حال ہوتا ہے جو آجکل کے مسلمانوں کا ہے۔ علماء جن کو عامۃ المسلمین عام طور پر اللہ تعالیٰ کا پیارا سمجھتے ہیں، اس کے قریب سمجھتے ہیں، وہ سب سے زیادہ دنیا میں فساد پیدا کر رہے ہیں۔ اب تو خود پاکستان میں بعض تجزیہ نگار اور کالم نویس اخباروں میں بھی لکھنے لگ گئے ہیں، دوسرے میڈیا پر بھی کہنے لگ گئے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ حالت ان نام نہاد علماء نے ایسی کر دی ہے۔ پس اس وقت مسلمان علماء کی عمومی حالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی قرآن اور سنت کی حقیقت بتانے والا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق بھیج دیا ہے۔ لیکن علماء نہ خود اس کی بات سننا چاہتے ہیں، نہ عوام کو سننے دیتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے کے خلاف کفر کے فتوے دے کر ایک عمومی خوف و ہراس اور فتنہ و فساد کی صورت پیدا کر دی ہے۔

یہ الزام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہر روز لگتا ہے کہ آپ نے نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ دنیاوی خواہشات کی تکمیل اور اپنی بڑائی کے لئے جماعت کا قیام کیا ہے۔

بہرحال ہم جانتے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تجدید و تکمیل اشاعت کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا۔ قرآن کریم کے علوم و معارف کا فہم و ادراک آپ کے ذریعہ سے ہی ہمیں حاصل ہوا۔ آپ نے ہر موقع پر قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائی۔ چنانچہ اس آیت قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ کو مختلف مواقع پر مختلف زاویوں اور معانی کے ساتھ آپ نے پیش فرمایا اور یہی وہ باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کا قرب دلا کر، اس کا پیارا بنا کر فتنہ و فساد کی حالت سے نکالنے والی بن سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے لئے اپنی بقا کو قائم رکھنے کے لئے، اپنے ملکوں میں امن قائم رکھنے کے لئے، اسلام کی شان و شوکت کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے کوئی اور راستہ نہیں۔ نیک نتائج اس وقت قائم ہوں گے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پیروی ہو گی…

(خطبہ جمعہ 20 اکتوبر 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- نثار صدقِ دل سے ہم ہیں سرزمینِ پاک پر (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- اے چھاؤں چھاؤں شخص تیری عمر ہو دراز
- صداقت حضرت مسیح موعودؑ۔ آپؑ کے اشعار کی روشنی میں
- نبی کریمؐ کو جو گالی دے اسے قتل کر دو؟

فرمانِ رسولؐ

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنۡ اَحَدٍ یُّسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوۡحِیۡ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیۡہِ السَّلَامَ

(ابوداؤد کتاب المناسك باب زيارة القبور)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجے گا اس کا جواب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹا دے گا تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

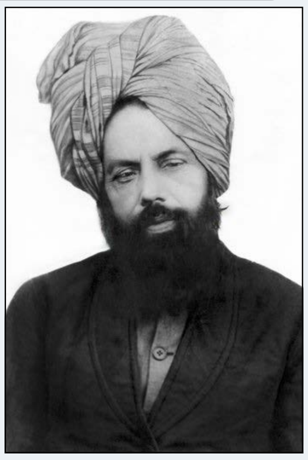

مسلمانوں میں اندرونی تفرقہ کی وجہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

- ’’مسلمانوں میں اندرونی تفرقہ کا موجب بھی یہی حُبّ دنیا ہی ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر محض اللہ تعالیٰ کی رضا مقدم ہوتی تو آسانی سے سمجھ میں آ سکتا تھا کہ فلاں فرقے کے اصول زیادہ صاف ہیں اور وہ انہیں قبول کر کے ایک ہو جاتے۔ اب جبکہ حُبِّ دنیا کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہو رہی ہے تو ایسے لوگوں کو کیسے مسلمان کہا جا سکتا ہے جبکہ ان کا قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا تھا: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا۔ اب اس حُبُّ اللہ کی بجائے اور اِتّباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حُبُّ الدنیا کو مقدم کیا گیا ہے۔ کیا یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیادار تھے؟ کیا وہ سود لیا کرتے تھے؟ یا فرائض اور احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں غفلت کیا کرتے تھے؟ کیا آپ میں معاذ اللہ نفاق تھا، مداہنہ تھا؟ دنیا کو دین پر مقدم کرتے تھے؟ غور کرو! اِتّباع تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلو اور پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ کیسے کیسے فضل کرتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 348-349 ایڈیشن 1984ء)

- ’’مَیں سچ کہتا ہوں کہ کوئی شخص حقیقی نیکی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا نہیں ٹھہر سکتا اور ان انعام و برکات اور معارف اور حقائق اور کشوف سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جو اعلیٰ درجہ کے تزکیہ نفس پر ملتے ہیں جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع میں کھویا نہ جائے اور اس کا ثبوت خود خدا تعالیٰ کے کلام سے ملتا ہے: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ اور خدا تعالیٰ کے اس دعویٰ کی عملی اور زندہ دلیل مَیں ہوں‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 204 ایڈیشن 1984ء)

دربارِ خلافت

آنحضرتؐ کی حضرت معاذؓ کو نصیحت اور وصیت کی صورت میں ایک لمبی روایت میں سات دربان فرشتوں کا ذکر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’ہر شخص کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرے اور اللہ تعالیٰ کا خوف اُس کو بہت سی نیکیوں کا وارث بنائے گا‘‘۔ پھر فرمایا کہ ’’اصل بات یہ ہے کہ اچھا اور نیک تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی پرکھ سے اچھا نکلے۔ بہت لوگ ہیں جو اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم متقی ہیں مگر اصل میں متقی وہ ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ کے دفتر میں متقی ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد 3صفحہ 629-630 ایڈیشن 2003ء)

پس یہ وہ اہم نصیحت ہے جو اگر ہمارے سامنے ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق کا حق بھی ادا کرنے والے ہوں اور اُس کے بندوں کے حقوق بھی اُس کا حق ادا کرتے ہوئے ادا کرنے والے ہوں۔ لیکن اگر ہم اپنے زُعم میں اپنے آپ کو عبادتیں کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والے سمجھتے ہیں لیکن ان تمام باتوں میں کسی بھی قسم کی بناوٹ یا دِکھاوا ہے یا ہم عبادتیں کر تو رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا حق ادا نہیں کر رہے تو ایسی عبادتیں بھی خدا تعالیٰ کی نظر میں مقبول عبادتیں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا نہیں بناتی جو ایک انسان کا عبادت کرنے کا مقصد ہے۔ اس وقت میں آپ کے سامنے ایک لمبی روایت پیش کروں گا جو ایک نصیحت ہے یا وصیت کی صورت میں ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو کی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت معاذ سے فرمایا۔ یَا مُعَاذُ اِنِّیْ مُحَدِّثُکَ بِحَدِیْثٍ اِنْ اَنْتَ حَفِظْتَهٗ نَفَعَكَ۔ اے معاذ! میں تجھے ایک بات بتاتا ہوں، اگر تو نے اُسے یاد رکھا تو یہ تمہیں نفع پہنچائے گی اور اگر تم اُسے بھول گئے تو اللہ تعالیٰ کا فضل تم حاصل نہیں کرسکو گے اور تمہارے پاس نجات حاصل کرنے کے بارے میں اطمینان کے لئے کوئی دلیل باقی نہیں رہے گی۔ فرمایا کہ اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پہلے سات دربان فرشتوں کو پیدا کیا۔ یعنی روحانی بلندیوں تک پہنچنے کے سات درجے ہیں اور اس کے مطابق انسان وہاں تک پہنچتا ہے۔ اور ان فرشتوں میں سے ایک ایک کو ہر آسمان پر بطور بوّاب یعنی دربان کے طور پر مقرر کر دیا ہے۔ اُن کی ڈیوٹی یہ ہے کہ تم اپنی اپنی جگہ پر رہو اور صرف اُن لوگوں کو یہاں سے گزرنے دو جن کے گزرنے کی ہم اجازت دیں۔

(خطبہ جمعہ 20/ستمبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

دعا کا تحفہ

صالح اولاد کے لئے دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشن کے جاری رہنے کے لئے صالح اولاد کی یہ دعا کی جس کے نتیجہ میں ان کو ایک حلیم لڑکے کی بشارت ملی۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

(الصّافات:101)

اے میرے رب! مجھ کو نیکوکار اولاد بخش۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 30-31)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

نثار صدقِ دل سے ہم ہیں سرزمینِ پاک پر

نثار صدقِ دل سے ہم ہیں سرزمینِ پاک پر
ہمارا تن ہماری جاں فدا ہے اس کی خاک پر
رفو ہیں گھاؤ کر رہے جو سینۂ وطن پہ ہیں
گو چھلنی چھلنی دل ہیں خود، ہیں سینہ سینہ چاک پر

نثار صدقِ دل سے ہم ہیں سرزمینِ پاک پر

اڑائیں گے بلند تر یہ پرچم ہلال ہم
نہ ہونے دیں گے سرنگوں، بنیں گے اس کی ڈھال ہم
اے پرچم سفید و سبز تری قسم کہ ہم وطن
کریں خواہ ہم پہ جو ستم نہ ہوں گے پُر ملال ہم

نثار صدقِ دل سے ہم ہیں سرزمینِ پاک پر

ہراک گھڑی بہا رہا ہے ہے اشکِ خون من امرا
کہ ہو رہا ہے دم بدم لہو لہو وطن امرا
تھا کل تلک جو گلستاں اجڑ رہا ہے لُٹ رہا
میں محوِ فکر ہوں کہ کیا یہی ہے وہ چمن امرا

نثار صدقِ دل سے ہم ہیں سرزمینِ پاک پر

یہ رنگا رنگ جھنڈیاں یہ جلتے بجھتے قمقمے
یہ مردمان نعرہ زن یہ طفل نغمے پڑھ رہے
لباسِ سبز زیبِ تن، یہی ہے یومِ حرّیت؟
بس اس قدر ہی آج ہم بااختیار رہ گئے

نثار صدقِ دل سے ہم ہیں سرزمینِ پاک پر

اے صاحبانِ سلطنت وطن کے اے محافظو
ابھی بھی وقت ہے کہ تم خرَد کو رہنما کرو
زیاں بہت اب ہو چکا وطن دو لخت ہو چکا
فقط برائے کشور ایں تم اپنی ڈھب بدل بھی لو

نثار صدقِ دل سے ہم ہیں سرزمینِ پاک پر

چلے تھے کل جہاں سے تم وہیں کھڑے ہو آج بھی
تمہارے سنگ قوم تھی وہ منزلیں ہے پا گئی
نہیں بدلتا حالتیں کسی بھی قوم کی خدا
نہ حالتیں بدلنے کی ہو خود لگن جسے کوئی

م م محمود

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 12/ اگست 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

53 ممالک بذریعہ انتظام لائیو اسٹریمنگ یُوکے جلسہ میں شامل ہوئے۔ ویب سائٹس، پرنٹ میڈیا، سوشل میڈیا، مختلف ٹی وی چینلز اور ریڈیو کے ذریعہ 7.55 ملین لوگوں تک جلسہ کی کوریج ہوئی۔۔۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ کے بے شمار پھل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطاء فرمائے۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کے ایمان و ایقان میں ترقی دے اور جلسہ کے اثرات دائمی ہوں اور وقتی نہ ہوں

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا! الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جلسہ ٔسالانہ برطانیہ منعقد کرنے کی توفیق عطاء فرمائی، ہم نے تین دنوں میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو برستے دیکھا۔ جلسہ کا بڑا اور سارا سال انتظار رہتا ہے، بڑی تیاریاں بھی انتظامیہ کو کرنی پڑتی ہیں لیکن پھر جب جلسہ شروع ہوتا ہے تو پتا ہی نہیں چلتا کہ یہ تین دن کس طرح پلک جھپکتے میں گزر گئے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام تحفظات اور خوفوں کو امن میں بدل دیا

اِس سال لوگوں اور مجھے بھی مختلف حوالوں سے بعض تحفظات تھے، بعض نے خط لکھے اور فکر کا اظہار کیا۔ لوگ خود، مَیں اور افراد جماعت بھی دعائیں کر رہے تھے، بہرحال اللہ تعالیٰ نے تمام تحفظات اور خوفوں کو امن میں بدل دیا۔ پچھلی وباء Covid بھی ایک وجہ تھی، بہرحال اِس کا کچھ اثر تو بعض شاملین پر ہو لیکن عمومی طور پر اللہ تعالیٰ کا بہت فضل ہے۔

بندوں کی شکرگزاری ہی اللہ شکرگزاری کی طرف لے کر جاتی ہے

حضور انور ایدہ اللہ نے جلسہ کے اگلے خطبہ کی مناسبت سے کارکنان کے شکریہ، شاملین کے تاثرات نیز اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بابت ارشاد فرمایا! پہلے تو مَیں تمام کارکنان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے تیاری جلسہ سے لے کر وائنڈ اَپ تک بے لوث ہو کر کام کیا اور اب تک کسی نہ کسی صورت میں جاری وائنڈ اَپ کا کام کر رہے ہیں۔ پھر دوران جلسہ مختلف شعبہ جات میں کارکنان اور کارکنات نے عموماً اپنی صلاحیتوں کے مطابق اچھا کام کیا جس کے لئے تمام شاملین کو شکرگزار ہونا چاہئے۔

بعض خامیاں اور کمزوریاں بھی سامنے آئی ہیں

اتنے بڑے نظام میں یہ کمزوریاں ہو جاتی ہیں لیکن انتظامیہ کا کام ہے کہ اِن کمزوریوں اور خامیوں کو دُور کرے، مثلاً لجنہ کے کھانا کھلانے کے شعبہ کی بعض شکایات یا بعض اور باتیں ہیں۔ لوگوں کے خطوط جو اِس بارہ میں آئے ہیں وہ مَیں ساتھ ساتھ انتظامیہ کو بھجوا رہا ہوں، اِس کے مطابق جائزہ لے کر اپنی لال کتاب میں یہ کمیاں درج کر کے اگلے سال ہر شعبہ میں بہتر انتظام کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ایم ٹی اے نے بھی بہت اچھی کوریج دی ہے

اِس دفعہ اسٹوڈیو بھی تمام کا تمام اِنہوں نے خود تیار کیا اور اس سے کئی ہزار پاؤنڈز کی بچت بھی ہوئی۔ اِس سال یہ بھی تھا کہ بہت سے ترقی یافتہ اور غیر ترقی یافتہ ملکوں کو جلسہ کی کاروائی کے دوران ملا دیا، جس سے یہاں بیٹھے ہوئے لوگ بھی دوسرے ملکوں میں بسنے والے اپنے بھائیوں کو دیکھ رہے تھے، ایک وحدت تھی جس کا نظارہ ہم نے ایم ٹی اے کے کیمرہ کی آنکھ کے ذریعہ کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے، ایم ٹی اے کے کارکنان اِس بات پر شکریہ کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے جماعت احمدیہ کی اکائی کو ایم ٹی اے کے ذریعہ سے تمام دنیا کو دکھا کر اُن کے منہ بند کئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا تفصیلی تذکرہ

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ نے بعض اپنوں، غیروں، نومبائعین اور صحافیوں کے متفرق تاثرات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بذریعہ جلسہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پیغام اسلام پہنچایا۔

لوگوں کا خلیفۂ وقت سے پیار اور محبت کا تعلق

نائیجر کے غیر احمدی عالم دنیامے شہر کی ایک مسجد کے امام ابوبکر صاحب کہتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ جس بات نے متاثر کیا وہ لوگوں کا خلیفۂ وقت سے پیار اور محبت کا تعلق ہے اور کس طرح لوگ خلیفۂ وقت کے ایک اشارے پر کامل اطاعت کا مظاہرہ کر رہے تھے (تقریروں کے دوران مکمل خاموشی اور سکوت طاری تھا) یوں گمان ہوتا ہے کہ یہ محبت خود خدا تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ڈالی ہے کیونکہ اِس میں بناوٹ کا کوئی شائبہ نہیں۔

کوئی مانے یا نہ مانے آج حقیقی اسلام احمدیت ہی ہے

برکینا فاسو کے ایک غیر از جماعت دوست اسحٰق صاحب کہتے ہیں۔ آپ کا جلسہ ٔسالانہ بہت شاندار تھا اِس کی مثال نہیں ملتی، اتنے لوگوں کا ایک جگہ جمع ہونا کسی معجزہ سے کم نہیں اور ایک امام کی پیروی، یہ جلسہ اپنی مثال آپ ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے آج حقیقی اسلام احمدیت ہی ہے اور وہ دن دُور نہیں جب لوگ اِس حقیقت کو پہچان لیں گے اور اِس میں داخل ہو جائیں گے۔

مَیں احمدیہ خلیفہ کا خطاب سن کر بہت متاثر ہوا ہوں

لائبیریا کے ایک غیر مسلم مہمان کہتے ہیں۔ مَیں احمدیہ خلیفہ کے خطاب کو سن کر بہت متاثر ہوا ہوں۔۔۔ اِس سے پہلے مَیں نے سن رکھا تھا کہ احمدیہ جماعت بڑی منظم جماعت ہے، آج اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا ہے کہ کس طرح احمدیہ جماعت ایک لیڈر کے ہاتھ پر متحد اور دنیا میں امن کی کوشش میں مصروف ہے۔

آج خلیفۂ وقت کا خطاب سن کر میرا نظریہ بدل گیا

زیمبیا کے ایک عیسائی پادری صاحب جلسہ کے آخری روز حضور انور ایدہ اللہ کا اختتامی خطاب سن کر بہت متاثر ہوئے نیز اپنے جذبات کا اظہار کیا کہ آپ کے خلیفہ کا خطاب بہت حیرت انگیز تھا۔۔۔ مَیں یہی سمجھتا تھا کہ اسلام نے عورت کے حقوق ضبط کئے ہیں اور عورت کو کسی قسم کی آزادی نہیں دی مگر آج یہ خطاب سن کر میرا نظریہ بدل گیا ہے اور مَیں اِس بات کو کرتے ہوئے قطعاً نہیں شرماؤں گا کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں وہ عیسائیت نے نہیں دیئے۔

آج خلیفہ کے ہاتھ پر لوگوں کو بیعت کرتا دیکھ کر دل پر گہرا اثر ہوا

آئیوری کوسٹ کے ایک زیر تبلیغ دوست کہتے ہیں کہ اُنہوں نے پہلی مرتبہ کوئی جلسہ بذریعہ ٹی وی براہ راست دیکھا اور انتظامات جلسہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے، اتنی بڑی تعداد کا منظم اور باسلیقہ طریق پر ایک پروگرام میں شرکت کرنا بتاتا ہے کہ خلافت کی تربیت کا اُن پر گہرا اثر ہے۔ اُنہیں معلوم تو نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر لوگ کیسے بیعت کرتے ہیں لیکن آج خلیفہ کے ہاتھ پر لوگوں کو بیعت کرتا دیکھ کر جو گہرا اثر دل پر ہوا اور جو کیفیت ہے وہ ناقابل بیان ہے۔

ہماری خوش قسمتی کہ ہمارے پاس ایم ٹی اے ہے

جلسہ کے تینوں دنوں سے استفادہ کرنے والی کیمرون کی مقامی جماعت کی ایک خاتون نے اختتام جلسہ پر لوگوں کو نصیحت کی! ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے پاس ایم ٹی اے ہے، یہ ایک ٹی وی چینل نہیں بلکہ ایک اسکول اور یونیورسٹی ہے جہاں انسان روزانہ علم سیکھتا ہے، ہم نے بھی ان تین دنوں میں بہت علم پایا ہے۔۔۔ ہر ایک کو اِس سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور باقاعدگی سے گھروں میں اِسے دیکھنا نیز بچوں کو بھی دکھانا چاہئے تا کہ سب کا اسلامی علم بڑھے، خاص طور پر خلیفۂ وقت کے خطبات اور خطابات ضرور سنیں تا کہ ہمارا ایمان بڑھے۔

جلسہ ٔسالانہ یُوکے سے مجھے تحریک ہوئی

ایک البانین زیر تبلیغ مسلم لڑکی کہنے لگیں کہ جلسہ ٔسالانہ یُوکے ایک عظیم الشان جلسہ تھا جس میں شاملین کی تعداد غیر معمولی تھی، مَیں ابھی تک جماعت میں شامل تو نہیں ہوئی لیکن اِس جلسہ سے مجھے تحریک ہوئی کہ مَیں اِس کی اہمیت اور سچائی کے متعلق سنجیدگی سے غور کروں۔

کاروائی جلسہ دیکھ کر لوگوں میں مضبوطی ایمان بھی پیدا ہوتی ہے آسٹریلیا کے ایک نو مبائع کہتے ہیں کہ عالمی بیعت میرے لئے ایک حیرت انگیز تجربہ تھا، اِس وقت میں جس روحانی کیفیت سے گزرا اِس سے قبل مَیں نے وہ کیفیت کبھی محسوس نہیں کی، ایک ایسا روحانی ماحول تھا جس نے مجھے اطمنان قلب اور سکون عطاء کیا۔

جلسہ کی کاروائی دیکھی ایسا لگتا تھا کہ ہم جنت میں ہیں

یمن سے شیما قاسم صاحبہ کہتی ہیں کہ ہم نے جلسہ کی کاروائی دیکھی ایسا لگتا تھا کہ ہم جنت میں ہیں، اسلام کا سورج ہم پر دوبارہ طلوع ہوا ہے اور ہمارے دلوں اور روح کو تازگی بخشی ہے۔ ہم میں حقیقی ایمان، محبت و وحدت اور اخلاق کی روح پھونکی گئی ہے، ہم اپنے آپ سے دُور تھے لیکن ہمارے دل آپ کے ساتھ تھے، ہم ایک ہی گھر میں موجود تھے، ایک احمدی کے سواء کوئی اور اِس تعلق کو محسوس نہیں کرسکتا۔۔۔ مولیٰ کریم خلافت کو دوام بخشے اِس کے بغیر ہمارا کوئی وجود ہے نہ مقصد۔

مجھے لگ رہا تھا کہ اِس قدر احساس خوشی سے میرا دل پھٹ جائے گا

کبابیر کی ایک عرب خاتون دعا صاحبہ کہتی ہیں کہ بیعت کے وقت مجھے احساس تھا کہ ہم حقیقت میں خلیفۂ وقت کے ساتھ ہیں اور ہمارے درمیان نہ کوئی ملک اور نہ کوئی سمندر ہے۔

آئندہ بھی آپ لوگوں کے ساتھ کام کروں گا

نمائندہ جرنلسٹ بی بی سی ساؤتھ ایڈورڈ سالٹ نے کہا کہ مَیں نے جلسہ میں بہت اچھا وقت گزارا، مہمان نوازی بہت عمدہ تھی مختلف تقاریر سن کر بھی بہت اچھا لگا، آئندہ بھی آپ لوگوں کے ساتھ کام کروں گا۔

تین مرحومین کا تذکرۂ خیر و اعلان برائے نماز جنازہ غائب

حضور انور ایدہ اللہ نے خطبہ ٔثانیہ سے قبل مکرمہ نصرت قدرت سلطانہ صاحبہ اہلیہ مکرم قدرت اللہ عدنان صاحب آف کینیڈا، نصف صدی سے زائد خدمت سلسلہ کی توفیق پانے والے واقف زندگی مکرم چوہدری لطیف احمد جھٹ صاحب اور مکرم مشتاق احمد عالم صاحب ابن مکرم محمد عالم صاحب آف میرپور آزاد کشمیر کا تذکرۂ خیر کیا نیز بعد از نماز جمعۃ المبارک ان کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 22/ جولائی 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دَور میں باغی مرتدین کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ

جنگِ ذات السلاسل میں مسلمانوں کی فتح کی ایک بڑی وجہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ پالیسی بھی تھی جو انہوں نے عراق کے کاشتکاروں کے بارے میں وضع کی تھی اور جس پر خالدؓ نے سختی سے عمل کیا تھا۔ اس پالیسی کے تحت انہوں نے کاشتکاروں سے مطلق تعرض نہ کیا۔ جہاں جہاں وہ آباد تھے انہیں وہیں رہنے دیا اور جزیہ کی معمولی رقم کے سوا اَور کسی قسم کا تاوان یا ٹیکس ان سے وصول نہ کیا

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

جیسا کہ مَیں نے گذشتہ جمعہ میں بتایا تھا کہ آج

حضرت ابوبکرؓ کے دَورِ خلافت میں ایرانیوں کے خلاف کارروائیوں کا بیان

ہو گا۔ اس سلسلہ میں ایک جنگ جو ہوئی اسے

جنگِ ذات السلاسل یا جنگِ کاظمہ

کہتے ہیں۔ یہ جنگ محرم الحرام 12/ ہجری میں ہوئی۔ یہ جنگ تین ناموں سے معروف ہے۔ جنگِ ذات السلاسل، جنگِ کاظمہ اور جنگِ حَفِیر۔ اس جنگ کو ذاتُ السَّلَاسِل یعنی زنجیروں والی جنگ اس لیے کہا جاتا ہے کہ عربی میں سلسلۃ زنجیر کو کہتے ہیں جس کی جمع سلاسل ہے۔ کیونکہ اس جنگ میں ایرانی فوج نے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں میں جکڑ لیا تھا تاکہ کوئی شخص جنگ سے بھاگنے نہ پائے۔ جنگِ ذات السلاسل کی اس روایت کو بعض مؤرخین تسلیم نہیں کرتے۔ یہ جنگ مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان کَاظِمَہ مقام کے قریب لڑی گئی تھی اس لیے اسے جنگِ کاظمہ کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ کاظمہ بصرہ سے بحرین جاتے ہوئے بحرسیف البحر پر ایک بستی ہے۔

(سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ از استاذ عمر ابوالنصر، صفحہ 664)

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ، جلد۲ صفحہ۲۳۹، دار الکتب العلمیة بیروت، ۲۰۰۳ء)

(ابوبکر صدیقِ اکبرؓ، از محمد حسین ہیکل، مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی صفحہ 272، علم و عرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

(معجم البلدان جلد۴ صفحہ۴۸۸)

حَفِیر علاقہ میں ہونے کی وجہ سے اس جنگ کو جنگِ **حفیر** بھی کہا جاتا ہے۔

(الصدیقؓ، صفحہ 127، مصنفہ پروفیسر علی محسن صدیقی)

مسلمانوں کی طرف سے اس جنگ کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے اور ایرانیوں کی جانب سے سپہ سالار کا نام ہُرمز تھا۔ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد اٹھارہ ہزار تھی۔

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ۳۰۹، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۲۰۱۲ء)

جیسا کہ گذشتہ خطبات میں بیان ہو چکا ہے کہ ہُرمُز ایرانیوں کی جانب سے اس علاقے کا حاکم تھا جو حسب و نسب اور شرف و عزت میں اکثر امرائے ایران سے بڑھا ہوا تھا۔ ایرانی معززین کی عادت تھی کہ وہ معمولی ٹوپیوں کی بجائے قیمتی ٹوپیاں پہنتے تھے اور حسب و نسب اور شرف و عزت میں جو شخص جس مرتبے کا ہوتا تھا اسی مناسبت سے قیمتی ٹوپی پہنتا تھا۔ سب سے بیش قیمت ٹوپی کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ درہم کی ہوتی تھی جسے وہی شخص پہن سکتا تھا جو شرف و عزت اور توقیر و وجاہت میں کمال درجہ پر پہنچا ہوا ہو اور

ہُرمُز کے مرتبے کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اس کی ٹوپی کی قیمت بھی ایک لاکھ درہم تھی۔

ایرانیوں کے نزدیک تو اس کی وجاہت مسلّم تھی لیکن عراق کی حدود میں بسنے والے عربوں میں اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کیونکہ وہ ان عربوں پر تمام سرحدی امراء سے زیادہ سختی اور ظلم کرتا تھا۔ عربوں کی نفرت اس حد تک پہنچی ہوئی تھی یعنی غیر مسلمان عرب جو تھے کہ وہ کسی شخص کی خباثت کا ذکر کرتے ہوئے ہُرمُز کا نام بطور ضرب المثل لینے لگے تھے۔ چنانچہ کہتے تھے کہ فلاں شخص تو ہُرمُز سے بھی زیادہ خبیث ہے۔ فلاں ہُرمُز سے بھی زیادہ بدفطرت اور بدطینت ہے۔ فلاں شخص ہُرمُز سے بھی زیادہ احسان فراموش ہے۔ اور اسی وجہ سے ہُرمُز کو عربوں کے پے در پے چھاپوں اور جھڑپوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا اور دوسری طرف ہُرمُز کی جھڑپیں ہندوستان کے بحری قزاقوں سے بھی ہوتی رہتی تھیں۔

(حضرت ابوبکر صدیقؓ، از ہیکل، مترجم، صفحہ 269-270)

بہرحال حضرت خالد بن ولیدؓ نے یمامہ سے روانگی سے قبل ہُرمُز کو خط لکھا تھا۔ انہوں نے اپنے خط میں لکھا کہ اَمَّا بَعد! فرمانبرداری اختیار کر لو، تم محفوظ رہو گے یا اپنی اور اپنی قوم کے لیے حفاظت کی ضمانت حاصل کر لو اور جزیہ دینے کا اقرار کرو ورنہ تم بجز اپنے آپ کے کسی اَور کو ملامت نہیں کر سکو گے۔

میں تمہارے مقابلے کے لیے ایسی قوم کو لایا ہوں جو موت کو یوں پسند کرتی ہے جیسے تم زندگی کو پسند کرتے ہو۔

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ۳۰۹، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۲۰۱۲ء)

جب حضرت خالدؓ کا خط ہُرمُز کے پاس پہنچا تو اس نے اردشیر شاہِ کسریٰ کو اس کی اطلاع دی اور اپنی فوجیں جمع کیں اور ایک تیز رَو دستے کو لے کر فوراً حضرت خالدؓ کے مقابلے کے لیے کاظمہ پہنچا اور اپنے گھوڑوں سے آگے بڑھ گیا مگر اس نے اس راستے پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو نہ پایا اور اس کو یہ اطلاع ملی کہ مسلمانوں کا لشکر حَفِیر میں جمع ہو رہا ہے۔ اس لیے پلٹ کر **حفیر** کی طرف روانہ ہوا۔ **حفیر** بصرہ سے مکہ کی طرف جاتے ہوئے پہلی منزل تھی۔ وہاں پہنچتے ہی اپنی فوج کی صف آرائی کی۔ ہُرمُز نے اپنے دائیں بائیں دو بھائیوں کو مقرر کیا۔ ان میں سے ایک کا نام قُبَاذ اور دوسرے کا نام اَنُوشَجَان تھا۔ ایرانیوں نے اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑ لیا تھا۔ اس روایت میں تو یہی بیان ہوا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس پر وہ لوگ جن کی رائے اس کے خلاف تھی جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو کہا کہ تم لوگوں نے دشمن کے لیے خود ہی اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑ لیا ہے۔ ایسا نہ کرو۔ یہ بری فال ہے۔ اس کا انہوں نے جواب دیا جو اس حق میں تھے کہ زنجیروں سے جکڑا جائے کہ تمہارے متعلق ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم بھاگنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ جب حضرت خالدؓ کو ہُرمُز کے **حفیر** پہنچنے کی اطلاع ملی تو آپ اپنے لشکر کو لے کر کاظمہ کی طرف مڑ گئے۔

ہُرمُز کو اس کا پتا چل گیا تو وہ فوراً کاظمہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پڑاؤ کیا۔ ہُرمُز اور اس کے لشکر نے صف آرائی کی اور پانی پر ان کا قبضہ تھا۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ آئے تو ان کو ایسے مقام پر اترنا پڑا جہاں پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے آپؓ سے اس کی شکایت کی۔ آپؓ کے منادی نے اعلان کیا کہ سب لوگ اتر پڑیں اور سامان نیچے اتار لیں اور دشمن سے پانی کے لیے لڑائی کریں کیونکہ بخدا پانی پر اسی جماعت کا قبضہ ہو گا جو دونوں گروہوں میں سے زیادہ ثابت قدم رہے گی اور دونوں لشکروں میں زیادہ معزز ہو گی۔ اس پر سامان اتار لیا گیا۔ سوار فوج اپنی جگہ کھڑی رہی۔ پیدل فوج نے پیش قدمی کی اور دشمن پر حملہ آور ہوئی۔ دونوں طرف لڑائی شروع ہوئی تو اللہ نے ایک بدلی بھیجی۔ مسلمانوں کی صفوں کے پیچھے بارش ہوئی۔ مسلمانوں کو اس سے قوت ملی۔ ہُرمُز نے حضرت خالدؓ کے لیے ایک سازش تیار کی۔ اس نے اپنے دفاعی دستے سے کہا

کہ مَیں حضرت خالدؓ کو مبارزت کی دعوت دیتا ہوں اور اس دوران کہ مَیں ان کو اپنے ساتھ مصروف رکھوں گا تم لوگ اچانک چپکے سے حضرت خالدؓ پر حملہ کر دینا۔ اس کے بعد ہُرمُز میدان میں نکلا۔حضرت خالدؓ اپنے گھوڑے سے اتر پڑے۔ ہُرمُز بھی اپنے گھوڑے سے اترا اور اس نے حضرت خالدؓ کو مقابلے کی دعوت دی۔ حضرت خالدؓ چل کر اس کی طرف آئے اور دونوں میں مقابلہ ہوا۔ دونوں طرف سے وار ہونے لگے۔حضرت خالدؓ نے ہُرمُز کو بھینچ لیا۔ اس پر ہُرمُز کے دفاعی دستے نے خیانت سے کام لیتے ہوئے حضرت خالدؓ پر حملہ کر دیا اور انہیں گھیرے میں لے لیا۔ جب اس طرح ایک ایک کی لڑائی ہو رہی ہو تو پھر دوسرے حملہ نہیں کرتے لیکن بہرحال ان کی فوج نے ان پہ حملہ کر دیا۔ اس کے باوجود

حضرت خالدؓ نے ہُرمُز کا کام تمام کر دیا۔

حضرت قَعْقَاعْ بن عَمرو ؓ نے جیسے ہی ایرانیوں کی یہ خیانت دیکھی تو ھُرمُز کے دفاعی دستے پر حملہ کر دیا اور انہیں گھیرے میں لے کر موت کی نیند سلا دیا۔ ایرانیوں کو شکستِ فاش ہوئی اور وہ بھاگ گئے۔

بھاگنے والوں میں قُبَاذْ اور اَنُوْشَجَانَ بھی تھے۔مسلمانوں نے رات کے اندھیرے میں ایرانیوں کا تعاقب کیا اور دریائے فُرات کے بڑے پل تک جہاں آج کل بصرہ آباد ہے انہیں قتل کرتے چلے گئے۔ جنگ کے اختتام پر حضرت خالدؓ نے مالِ غنیمت جمع کرایا۔ اس میں ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر زنجیریں بھی تھیں۔ ان کا وزن ایک ہزار رَطْلُ تھا یعنی زنجیروں کا تقریباً تین سو پچھتر کلو۔ جو مالِ غنیمت حضرت ابو بکرؓ کی طرف بھیجا گیا اس میں ہُرمُز کی ایک ٹوپی بھی تھی جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی اور وہ جواہرات سے مرصّع تھی۔حضرت ابو بکرؓ نے یہ ٹوپی حضرت خالد بن ولیدؓ کو عطا فرمادی تھی۔حضرت خالدؓ نے فتح کی خوشخبری، مال غنیمت میں سے خُمُس اور ایک ہاتھی مدینہ روانہ کیا اور ہر طرف اسلامی لشکر کی فتح کا اعلان کر دیا۔ زِرّؓ بن کُلَیْب خُمُس اور ہاتھی کو لے کر مدینہ پہنچے۔ اہل مدینہ کو اس سے قبل ہاتھی دیکھنے کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ مدینہ والوں کا تو ذکر ہی کیا،عرب کے کسی اَور باشندے نے بھی ابرہہ کے ہاتھیوں کے سوا آج تک ہاتھی کی صورت نہ دیکھی تھی۔ جب لوگوں کو دکھانے کے لیے اس کو سارے شہر میں گشت کرایا گیا تو بوڑھی عورتیں اس ہاتھی کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئیں اور کہنے لگیں جو ہم دیکھ رہی ہیں کیا یہ خدا کی تخلیق میں سے ہے؟ وہ یہ سمجھیں کہ کوئی بناوٹی چیز ہے۔ اس ہاتھی کو حضرت ابو بکرؓ نے زِرّؓ کے ساتھ ہی حضرت خالدؓ کے پاس واپس بھیج دیا۔

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ ۳۰۹ - ۳۱۰، دار الکتب العلمیۃ ،بیروت، ۲۰۱۲ء)

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 405،404)

(حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از ہیکل صفحہ 271 تا273)

(معجم البلدان جلد۲ صفحہ۳۱۹، دار الکتب العلمیۃ ،بیروت،لبنان)

(لغات الحدیث زیر لفظ رَطْلُ جلد 2 صفحہ 121)

اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح کی ایک بڑی وجہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ پالیسی بھی تھی جو انہوں نے عراق کے کاشتکاروں کے بارے میں وضع کی تھی

اور جس پر خالد نے سختی سے عمل کیا تھا۔ اس پالیسی کے تحت انہوں نے کاشتکاروں سے مطلق تعرض نہ کیا۔ جہاں جہاں وہ آباد تھے انہیں وہیں رہنے دیا اور جزیہ کی معمولی رقم کے سوا اَور کسی قسم کا تاوان یا ٹیکس ان سے وصول نہ کیا۔

(حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 272 مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی علم وعرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

معرکہ ذَاتُ السَّلَاسِل میں جنگ میں شامل ہونے والے سوار کو ایک ہزار درہم کا حصہ دیا گیا اور پیدل کو اس کا ایک تہائی دیا گیا۔

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ۳۱۱، دار الکتب العلمیۃ ،بیروت، ۲۰۱۲ء)

جنگ کَاظِمَہ دوررَس نتائج کی حامل ثابت ہوئی۔

اس لڑائی نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں اور انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ ایرانی جن کی سطوت کا شہرہ ایک عرصہ سے سننے میں آرہا تھا اپنی پوری طاقت کے باوجود ان کی معمولی فوج کے مقابلے میں بھی نہ ٹھہر سکے۔ اس جنگ میں مالِ غنیمت کی جو مقدار ان کے ہاتھ لگی اس کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔

(حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 272 مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی علم وعرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

پھر

جنگ اُبُلَّہ کا ذکر

ہے جو بارہ ہجری میں لڑی گئی۔حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو ہدایت کی تھی کہ وہ عراق میں جنگ کا آغاز اُبُلَّہ سے کریں جو خلیج فارس پر ایک سرحدی مقام تھا۔ ہندوستان اور سندھ کو جو تجارتی قافلے عراق سے آتے تھے سب سے پہلے اُبُلَّہ میں قیام کرتے تھے۔ اُبُلَّہ کی فتح کے متعلق دو روایتیں مذکور ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمانوں نے اُبُلَّہ کو سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں فتح کیا لیکن بعد میں یہ دوبارہ ایرانیوں کے قبضہ میں چلا گیا اور حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں مسلمان اس پر پوری طرح قابض ہوئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی فتح حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوئی۔

(حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از ہیکل صفحہ 269)

بہرحال علامہ طبری نے اپنی کتاب میں حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں اس جنگ کا مختصر تذکرہ کیا ہے تاہم اس کے بعد وہ یہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں اُبُلّٰہ کی فتح کا قصہ عام سیرت نگاروں اور صحیح روایات کے خلاف ہے کیونکہ اُبُلّٰہ کی فتح حضرت عمرؓ کے عہد میں چودہ ہجری میں حضرت عُتْبَہ بن غَزْوَانؓ کے ہاتھ سے عمل میں آئی تھی۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۱۲ء)

تاریخ کی اَور کتابوں میں جنگِ اُبُلَّہ کا ذکر اس طرح آیا ہے۔بعض مؤرخین اس کو پہلی بار حضرت ابو بکرؓ کے عہد مبارک میں ہونا بیان کرتے ہیں اور بعض اس کی تردید کرتے ہیں کہ یہ جنگ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ہوئی تھی لیکن کتب تاریخ میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دونوں کے عہدمبارک میں جنگ اُبُلَّہ اور اُبُلَّہ کی فتح کا ذکر ملتا ہے۔معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس کی پہلی بار فتح حضرت ابو بکرؓ کے عہدمبارک میں ہوئی تھی لیکن بعد میں ایرانیوں کی بحری امداد کے بل بوتے پر اہلِ اُبُلَّہ نے بغاوت کر کے آزادی حاصل کر لی۔ پھر حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں یہ دوبارہ فتح ہوا۔

(الصدیقؓ، از پروفیسر علی محسن صدیقی، صفحہ 128)

بہرحال

اُبُلّٰہ کی جنگ کی تفصیل

کچھ یوں ہے جنگِ ذَاتُ السَّلَاسِل کے اختتام پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت مُثَنّٰی کو ایرانیوں کے شکست خوردہ لشکر کے تعاقب میں بھیجا اور ساتھ ہی حضرت مَعْقَلؓ کو اُبُلَّہ بھیجا کہ وہاں پہنچ کر مال غنیمت جمع کر لیں اور قیدیوں کو گرفتار کر لیں۔ چنانچہ مَعْقَل وہاں سے روانہ ہو کر اُبُلّٰہ پہنچے اور مالِ غنیمت اور قیدی جمع کر لیے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۱۰)

بعد میں حضرت عمرؓ کے عہدِ مبارک میں اس کی فتح کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عتبہ بن غزوانؓ کو چودہ یا سولہ ہجری میں بصرہ کی طرف روانہ فرمایا۔حضرت عتبہؓ وہاں ایک مہینہ رہے۔ اہلِ اُبُلّٰہ ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔ یہ پانچ سو عجمی سپاہی تھے جو اُبُلّٰہ کی حفاظت پر مامور تھے۔حضرت عتبہؓ نے ان لوگوں سے لڑائی کی اور انہیں شکست دی یہاں تک کہ ایرانی شہر کے اندر گھس گئے اور حضرت عتبہؓ اپنے لشکر میں لوٹ آئے۔ اللہ نے فارسیوں کے دل میں رعب ڈال دیا، وہ شہر سے نکل گئے اور تھوڑا بہت سامان لے کر کشتیوں میں بیٹھے اور دریا عبور کر کے چلے گئے۔ اس طرح پورا شہر خالی ہوگیا۔مسلمان شہر میں داخل ہو گئے یہاں پر مسلمانوں کو کافی سامان ہتھیار اور دیگر مختلف چیزیں ہاتھ آئیں اور قیدی بھی ملے۔ اس سارے سامان کا خُمُس نکال کر باقی مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔مسلمانوں کی تعداد تین سو تھی۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد۲ صفحہ ۳۳۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۶ء)

پھر

ایک جنگ مَذَارْ

ہے۔ جنگِ مَذَارْ: یہ معرکہ صفر بارہ ہجری میں ہوا۔ جنگ بارہ ہجری میں لڑی گئی۔

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ ۳۱۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۲ء)

مَذَارْ مَیْسَان کا قصبہ ہے۔ مَذَارْ اور بصرہ کے درمیان چار دن کی مسافت کے برابر فاصلہ ہے۔

(معجم البلدان جلد ۵ صفحہ ۱۰۴، المَذَارْ، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

اس واقعہ کے روز لوگوں کی زبان پر یہ فقرہ تھا کہ صفر کا مہینہ آ گیا ہے اور اس میں ہر ظالم سرکش قتل ہو گا جہاں دریا اکٹھے ہوتے ہیں۔ ھُرمُز ذَاتُ السَّلَاسِل کی جنگ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے مدمقابل تھا اس نے اپنے بادشاہ کو مدد کے لیے لکھا تھا۔ بادشاہ نے اس کی مدد کے لیے قَارِن کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا مگر وہ لشکر ابھی مَذَار کے مقام پر پہنچا تھا کہ اس کو جنگ ذَاتُ السَّلَاسِل میں ہُرمُز کی شکست کی اور اس کے مارے جانے کی اطلاع ملی اور ساتھ ہی ہُرمُز کی فوج کے شکست کھائے ہوئے دستے بھی مَذَار میں قَارِن سے آ ملے اور ان میں سے بعض دستوں کے سپاہیوں نے دوسرے دستوں کے سپاہیوں سے کہا کہ اگر آج تم متفرق ہو گئے تو پھر کبھی جمع نہیں ہوسکو گے۔ اس لیے ایک دم واپسی کے لیے اکٹھے ہو جاؤ۔ وہ دوڑی ہوئی فوج جو تھی وہ بھی اور جو نئی کمک آ رہی تھی یا نئی فوج جو ایران سے آ رہی تھی دونوں مل گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو اس بات پر جوش دلایا کہ جنگ ہونی چاہیے۔ جو دوڑے ہوئے تھے انہوں نے کہا یہ بادشاہ کی مدد پر مشتمل نیا لشکر آن پہنچا ہے۔ اور یہ اس کا سپہ سالار قَارِن ہمارے ساتھ ہے ممکن ہے کہ خدا ہمیں غلبہ عطا کرے اور ہمارے دشمن سے ہمیں نجات عطا فرمائے اور ہم اپنے نقصانات کی کسی قدر تلافی کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور انہوں نے مَذَار میں پڑاؤ ڈال دیا۔ قَارِن نے ہراول دستے پر قُبَاذ اور اَنُوشَجَان کو مقرر کیا جو جنگِ ذات السلاسل میں فرار ہو گئے تھے۔ دوسری طرف دشمن کی اس تیاری کی اطلاع حضرت مُثَنّٰی اور حضرت مُعَنّٰی نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیج دی۔ حضرت خالدؓ نے قَارِن کی اطلاع پاتے ہی معرکہ ذات السلاسل میں حاصل ہونے والا مالِ غنیمت انہی مجاہدین میں تقسیم کر دیا جن کو خدا نے وہ مال غنیمت دیا تھا اور خُمس میں سے مزید جس قدر چاہا دیا اور معرکہ ٔذات السلاسل میں حاصل ہونے والا باقی مال غنیمت اور اس معرکے میں جو فتح ہوئی تھی اس کی خوشخبری حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھجوا دی اور اس امر سے بھی مطلع کر دیا کہ معرکہ ٔذات السلاسل میں دشمنوں کی ہزیمت خوردہ افواج اور قَارِن کی سربراہی میں آنے والا نیا لشکر ایک جگہ جمع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت خالدؓ روانہ ہوئے اور مَذَار میں قَارِن کی فوج کے مقابلے پر آئے اور اپنی فوج کی صف آرائی کی۔ دونوں طرف سے مقابلہ ہوا۔ دونوں حریفوں کی نہایت غیظ وغضب کی حالت میں مڈھ بھیڑ ہوئی۔ قَارِن مبارزت کے لیے میدان میں نکلا۔ دوسری طرف سے اس کے مقابل کے لیے حضرت خالدؓ اور حضرت معقل بن اَعْشٰی آگے بڑھے۔ دونوں قَارِن کی طرف لپکے مگر حضرت مَعْقَلؓ نے حضرت خالدؓ سے پہلے قَارِن کو جا لیا اور اسے قتل کر دیا۔ حضرت عاصمؓ نے اَنُوشَجَان کو اور حضرت عدی نے قُبَاذ کو قتل کر دیا۔ ان تینوں سرداروں کے مارے جانے سے ایرانی حوصلہ ہار بیٹھے اور میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اس جنگ میں اہل فارس کی بہت بڑی تعداد ماری گئی اور جو لوگ پسپا ہوئے وہ اپنی کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگے۔ حضرت خالدؓ نے مَذَار میں قیام کیا اور ہر مقتول کا سامان خواہ وہ کسی قیمت کا ہو اسی مجاہد کو عطا کیا جس نے اسے قتل کیا تھا اور مالِ فَے کو بھی ان میں تقسیم کیا نیز خمس میں سے ان لوگوں کو حصہ دیا جنہوں نے نمایاں کارنامے سرانجام دیے تھے اور خمس کے باقی حصہ کو ایک وفد کے ساتھ حضرت سعید بن نعمان کی سرکردگی میں مدینہ روانہ کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق اس جنگ میں تیس ہزار ایرانی قتل ہوئے اور یہ ان کے علاوہ ہیں جو نہر میں ڈوب کر مر گئے اور کہا جاتا ہے کہ اگر یہ پانی مانع نہ ہوتا تو ان میں سے ایک بھی نہ بچتا۔ پھر بھی جو لوگ بچ کر بھاگے وہ بہت پراگندہ حال اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر بھاگے۔ جنگ کے بعد لڑائی میں حصہ لینے والوں اور ایرانی فوج کی حمایت کرنے والوں کو مع اہل وعیال کے قید کر لیا گیا۔ ان قیدیوں میں ابوالحسن بصری بھی شامل تھے۔ ابوالحسن بصری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ امام حسن بصری کے والد تھے جو کہ بصرہ کے مشہور واعظ اور صوفی تھے، مسلمان ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ابوالحسن بصری کو قید کرنے کے بعد مدینہ لایا گیا جہاں ان کی مالکہ نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۱۱، ۳۱۲، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۲ء)

(ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 8 صفحہ 262)

اس فتح کے بعد عام رعایا سے بے حد نرمی کا سلوک کیا گیا۔ کاشتکاروں اور ان تمام لوگوں کو بغیر کسی قسم کی تکلیف پہنچائے جزیہ کی ادائیگی پر آمادہ کر دیا گیا اور انہیں ان کی زمینوں اور جگہوں پر برقرار رکھا گیا۔ ان ابتدائی امور سے فراغت حاصل کر کے

حضرت خالدؓ نے مفتوحہ علاقے کے نظم ونسق کی طرف توجہ کی۔

جزیہ وصول کرنے کے لیے جا بجا عُمَّال مقرر کیے گئے۔ مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لیے انہوں نے حَفِیر اور جِسرِ اعظم یعنی سب سے بڑے پل پر فوجیں متعین کر رکھی تھیں، ان کا انتظام اَور بہتر بنایا گیا اور فوجوں کے تمام دستوں کو مختلف افسروں کے زیر نگرانی دے کر انہیں دشمنوں کی خفیہ اور اعلانیہ سرگرمیوں سے خبردار رہنے اور موقع پڑنے پر ان کا مقابلہ کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ خالد کی جنگی مہارت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اَور کیا ہو گا کہ

سرزمینِ ایران میں ان کی پیش قدمی کے آغاز ہی سے کسریٰ کی طاقتور فوجیں مغلوب ہونی شروع ہوگئیں اور ان کے دم خم، حوصلے اور ولولے سب سرد پڑ گئے۔

جنگ مَذَار حِیرَہ سے کچھ ہی فاصلے پر ہوئی تھی۔ حِیرَہ خلیج اور مدائن کے تقریباً درمیان میں واقع ہے۔

(حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 275 مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی علم وعرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

اس جنگ کے بعد کے معاملات سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ دشمن کی نقل وحرکت کی خبروں کی جستجو میں لگ گئے۔ (تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۱۲، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۲ء) تا کہ دیکھیں دشمن کی کیا موومنٹ ہے۔ وہ دوبارہ اسلام کے خلاف اکٹھے تو نہیں ہو رہے؟

جنگ وَلَجَہ

ایک جنگ ہے۔ جنگِ وَلَجَہ۔ صفر بارہ ہجری میں ہوئی۔ وَلَجَہ کَسکَر کے قریب خشکی کا علاقہ ہے۔ جنگ مَذار میں ایرانیوں کو جس شرمناک شکست کا سامان کرنا پڑا کہ اس میں ان کے بڑے بڑے سردار بھی مارے گئے تھے۔ اس پر ایرانی شہنشاہ نے ایک اَور حکمت عملی طے کرتے ہوئے اَور زیادہ تیاری کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی منصوبہ بندی کی۔ چنانچہ ایرانی حکومت نے عراق میں بسنے والے عیسائیوں کے ایک بہت بڑے قبیلہ بَکْر بن وَائِل کے سرکردہ لوگوں کو دربارِ ایران میں بلایا اور ان کو مسلمانوں کے ساتھ لڑنے پر آمادہ کر کے ایک لشکر ترتیب دیا اور اس لشکر کی قیادت ایک مشہور شہسوار اَنْدَرْزَغَر کے ہاتھ میں دی اور یہ لشکر وَلَجَہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عراق میں عیسائیوں کا ایک بہت بڑا قبیلہ بکر بن وائل آباد تھا۔ شہنشاہ اَرْدَشِیْر نے انہیں طلب کیا اور ان کی ایک فوج مرتب کر کے انہیں مسلمانوں سے معرکہ آرائی کے لیے وَلَجَہ کی جانب روانہ کر دیا۔ حِیرَہ اور کَسْکَر کے نواحی علاقوں کے لوگ اور کسان بھی اس لشکر کے ساتھ مل گئے۔ حِیرَہ کوفہ سے تین میل جنوب مغرب میں ایک شہر ہے۔ کَسْکَر کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک قصبہ تھا۔ بہرحال لیکن اس خیال سے کہ مسلمانوں پر فتح یابی کا فخر مکمل طور پر عیسائی عربوں کے حصہ میں نہ آئے اپنے ایک بڑے سپہ سالار بَہْمَن جَاذُوَیہ کو بھی ایک بھاری لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے ہی روانہ کر دیا۔

(تاریخ طبری جلد دوم صفحہ ۳۱۲۔ دار الکتب العلمیۃ ۲۰۱۲)

(حضرت ابوبکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 287-288)

جب اس فارسی سردار کو یہ محسوس ہوا کہ ان کی فوج بہت بڑی ہو گئی ہے تو اس نے حضرت خالد بن ولیدؓ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو فارسی فوج کے وَلَجَہ میں جمع ہونے کی خبر ملی اس وقت آپؓ بصرہ کے قریب تھے۔ آپؓ نے مناسب سمجھا کہ فارسی فوج پر تین جہات سے حملہ کریں تا کہ ان کی جمعیت منتشر ہو جائے اور اس طرح اچانک حملے سے فارسی فوج پریشانی کا شکار ہو جائے۔

(سیدنا ابوبکر صدیق از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 406)

چنانچہ آپؓ نے سُوَید بن مُقَرِّن کو قائمقام مقرر کیا اور انہیں حفیر میں ہی قیام پذیر ہونے کا حکم دیا اور ان لوگوں کے پاس پہنچے جن کو دِجْلَہ کے زیریں جانب چھوڑا ہوا تھا۔ ان کو حکم دیا کہ دشمن سے ہر وقت چوکنے رہیں اور غفلت اور فریب میں مبتلا نہ ہوں اور اپنی فوج کو لے کر وَلَجَہ کی طرف پیش قدمی کی اور دشمن کے لشکر اور اس کی معاون جماعتوں کے مقابلے پر اترے اور شدید ترین جنگ ہوئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے فوج کے دونوں طرف مجاہدین کے ذریعہ گھات لگا رکھی تھی۔ آخر کار گھات لگائے ہوئے دونوں دستے دونوں طرف سے دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ ایرانیوں کی فوجیں شکست کھا کر بھاگیں مگر حضرت خالد بن ولیدؓ نے سامنے سے اَور گھات لگائے ہوئے دونوں دستوں نے پیچھے سے ان کو ایسا گھیرا کہ وہ بوکھلا گئے یہاں تک کہ کسی کو اپنے ساتھی کے قتل کی بھی پروا نہ رہی۔ دشمن فوج کا سپہ سالار ہزیمت خوردہ ہو کر بالآخر

مارا گیا۔ کاشتکاروں کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ نے وہی سلوک کیا جو ان کا طریق تھا یعنی ان میں سے کسی کو قتل نہیں کیا۔ صرف جنگجو لوگوں کی اولاد اور ان کے معاونین کو گرفتار کیا اور عام باشندگان ملک کو جزیہ دینے اور ذِمّی بن جانے کی دعوت دی جس کو ان لوگوں نے قبول کر لیا۔

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۱۲ دارالکتب العلمیة ۲۰۱۲ء)

پھر

جنگ اُلَّیس

کا ذکر ہے۔ جنگ اُلَّیس ماہ صفر بارہ ہجری میں ہوئی۔ اُلَّیس بھی عراق میں اَنبَار کی بستیوں میں سے ایک بستی تھی۔ حضرت خالدؓ کے ہاتھوں وَلَجَہ کے دن قبیلہ بکر بن وائل اور ایرانیوں کو پہنچنے والی ایک اَور عبرتناک شکست سے ان کے ہم قوم عیسائی غضبناک ہو گئے۔ انہوں نے ایرانیوں کو اور ایرانیوں نے ان کو خطوط لکھے اور اُلَّیس کے مقام پر سب جمع ہو گئے۔ ان کا سردار عَبْدُالْاَسْوَد عِجْلِی مقرر ہوا۔ اسی طرح ایرانی بادشاہ نے بَہْمَن جَاذَوَیہ کو خط لکھا کہ تم اپنے لشکر کو لے کر اُلَّیس پہنچو اور فارس اور عرب کے نصاریٰ میں سے جو لوگ وہاں جمع ہیں ان سے جا ملو لیکن بَہْمَن جَاذَوَیہ خود تو لشکر کے ساتھ نہ گیا البتہ اس نے اپنی جگہ ایک اَور نامور بہادر جابان کو روانہ کیا اور اس کو حکم دیا کہ لوگوں کے دلوں میں جنگ کا جوش پیدا کرو مگر میرے آنے تک دشمن سے لڑائی شروع نہ کرنا سوائے اس کے کہ وہ خود پہل کریں۔ جابان اُلَّیس کی طرف روانہ ہوا۔ بَہْمَن جَاذَوَیہ خود ایرانی بادشاہ اَرْدَشیر کے پاس گیا تا کہ اس سے مشورہ کرے مگر یہاں آ کر دیکھا کہ بادشاہ بیمار پڑا ہے۔ اس لیے بَہْمَن جَاذَوَیہ تو اس کی تیمارداری میں لگ گیا اور جابان کو کوئی ہدایت نہ بھیجی۔ جابان اکیلا لشکر کے ہمراہ محاذ جنگ کی طرف روانہ ہو کر ماہ صَفَر میں اُلَّیس پہنچا۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۱۳، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان ۲۰۱۲ء)
(معجم البلدان جلد ۱ صفحہ ۲۹۴، دارالکتب العلمیة، بیروت)

مختلف قبائل اور حِیْرَہ کے نواحی علاقوں کے عرب عیسائی جابان کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت خالدؓ کو جب ان عیسائی گروہوں کے اکٹھا ہونے کی اطلاع ملی تو آپ ان کے مقابلے کے لیے نکلے مگر آپ کو معلوم نہ تھا کہ جابان بھی قریب آ گیا ہے۔ حضرت خالدؓ صرف ان عربوں اور نصرانیوں سے لڑنے کے ارادے سے آئے تھے مگر اُلَّیس میں جابان سے سامنا ہو گیا۔ جب جابان اُلَّیس پہنچا تو اس موقع پر عجمیوں نے جابان سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ آیا پہلے ہم ان کی خبر لیں یا لوگوں کو کھانا کھلا دیں۔ یعنی جنگ شروع کریں یا پہلے کھانا کھا لیں اور پھر کھانے سے فارغ ہو کر ان سے جنگ کریں۔ جابان نے کہا کہ اگر دشمن تم سے کوئی تعرض نہ کریں تو تم بھی خاموش رہو لیکن میرا خیال ہے کہ وہ تم پر اچانک حملہ کریں گے اور تمہیں کھانا نہیں کھانے دیں گے۔ ان لوگوں نے جابان کی بات نہ مانی۔ دسترخوان بچھائے۔ کھانا چنا گیا اور سب کو بلا کر کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۴۱، دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۶ء)

حضرت خالدؓ دشمن کے مقابل پر پہنچ کر ٹھہر گئے۔ سامان اتارنے کا حکم دیا۔ اس کام سے فراغت ہوئی تو دشمن کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت خالدؓ نے اپنے عقب کی حفاظت کے لیے محافظ دستے مقرر کیے اور دشمن کی صف کی طرف بڑھ کر للکارتے ہوئے کہا۔ اَبْجَر کہاں ہے؟ عبدالاسود کہاں ہے؟ مالک بن قیس کہاں ہے؟ مالک کے علاوہ باقی سب بزدلی کی وجہ سے خاموش رہے۔ مالک آپ کے مقابلے کے لیے نکلا۔ حضرت خالدؓ نے اس سے کہا: ان سب میں سے تجھے میرے مقابل پر آنے کی کس بات نے جرأت دلائی ہے؟ تجھ میں میرا مقابلہ کرنے کی طاقت کہاں! یہ کہہ کر آپؓ نے اس پر وار کیا اور اسے قتل کر دیا اور عجمیوں کو قبل اس کے کہ وہ کچھ کھائیں، دسترخوان پر سے اٹھا دیا۔ جابان نے اپنے لوگوں سے کہا کیا میں نے تم سے پہلے نہیں کہا تھا کہ کھانا شروع نہ کرو۔ بخدا! مجھے کسی سپہ سالار سے ایسی دہشت نہیں ہوئی ہے جیسی کہ آج اس لڑائی میں ہو رہی ہے۔ جب وہ لوگ کھانا کھانے پر قادر نہ ہو سکے تو اپنی بہادری جتانے کے لیے کہنے لگے کہ کھانے کو فی الحال ہم چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ ہم مسلمانوں سے فارغ ہو لیں پھر ہم کھانا کھا لیں گے۔ جابان نے کہا کہ بخدا میرا گمان یہ ہے کہ تم نے یہ کھانا دشمن کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ تم لوگ جیت جاؤ گے اور پھر کھا لو گے بلکہ مجھے لگتا ہے یہ کھانا تو تمہارا دشمن ہی کھائیں گے یعنی مسلمان ہی کھائیں گے جبکہ تم شعور نہیں رکھتے۔ تو پھر اس نے لوگوں کو کہا میری بات مانو تو یہ ہے کہ کھانے میں زہر ملا دو۔ اگر تمہاری فتح ہوئی تو یہ نقصان بہت کم ہے کھانا ضائع ہونے کا اور اگر فتح دشمن کی ہوئی تو تم کوئی ایسا کام کر چکے ہو گے جس سے دشمن زہریلا کھانا کھانے کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہو گا۔ مگر وہ لوگ جو تھے ان کو تو اپنی فتح کا پختہ یقین تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں اس کی، زہر ملانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آرام سے جنگ جیتیں گے اور پھر کھانا کھائیں گے۔ حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کی صف آرائی اس طرح کی جیسا کہ اس سے پہلے کی لڑائیوں میں کر چکے تھے۔ شدید ترین لڑائی ہونے لگی۔ ایرانیوں کو بَہْمَن جَاذَوَیہ کے آنے کی توقع تھی اس لیے خوب جم کر بڑی شدت سے لڑے کیونکہ جابان ان کو امید دلا رہا تھا کہ وہ ایک بڑا لشکر لے کر چل پڑا ہے اور ابھی پہنچنے ہی والا ہے جبکہ اصل حقیقت یہ تھی کہ بہمن کو تو ایرانی بادشاہ کے بیمار ہونے کی وجہ سے نہ تو بادشاہ سے صورتحال ذکر کرنے کا موقع ملا اور نہ ہی وہ خود لشکر لے کر آ سکتا تھا بلکہ اس کا جابان سے کسی قسم کا رابطہ بھی نہ رہا تھا۔ بہرحال اس جنگ میں مسلمان بھی ان کے خلاف خوب جوش اور غضب میں آئے بڑی سخت جنگ ہوئی۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

ایرانی فوج کے جوش و جذبہ اور مسلمانوں کی کمزور پڑتی حالت کا ذکر کرتے ہوئے ایک سیرت نگار لکھتا ہے کہ

ایرانی لشکر میں سے پہلے عیسائیوں نے حملہ کیا لیکن ان کا سردار مالک بن قیس مارا گیا۔ اس کا مارا جانا تھا کہ ان کی ہوا اکھڑ گئی اور وہ بددل ہو گئے۔

یہ دیکھ کر جابان نے ایرانی فوج کو آگے جھونک دیا۔ ایرانی اس امید پر کہ ابھی بہمن نئی کمک لے کر آیا چاہتا ہے خوب دلیری سے لڑے۔ مسلمانوں نے بار بار حملے کیے لیکن ہر بار ایرانیوں نے کمال پامردی اور مستقل مزاجی سے حملے کو ناکام بنا دیا۔ بالآخر حضرت خالد بن ولیدؓ نے مادی اسباب و ذرائع کو ناکافی ہوتا دیکھ کر بڑی عاجزی سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور عرض کی کہ اے اللہ! اگر تو مجھے دشمنوں پر غلبہ عطا فرمائے گا تو میں کسی ایک دشمن کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا اور یہ دریا ان کے خون سے سرخ ہو جائے گا۔ بعض کتب میں ہے کہ حضرت خالدؓ نے قسم کھائی تھی یا نذر مانی تھی کہ اگر اس جنگ میں فتح ہو گئی تو کسی بھی دشمن جنگجو کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بہرحال اس کے بعد حضرت خالدؓ نے جنگی چال چلتے ہوئے فوج کو دائیں اور بائیں جانب سے ایرانی لشکر کے عقب پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس حملے سے ایرانی لشکر تتر بتر ہو گیا اور اسے بھاگنے یا ہتھیار ڈالنے میں ہی عافیت نظر آئی۔ حضرت خالدؓ نے حکم دیا کہ دشمن کو پکڑ کر قیدی بنا لو اور مقابلہ کرنے والوں کے سوا کسی کو قتل نہ کرو۔ صرف ان کو قتل کرنا جو مقابلہ کرتے ہیں۔

(سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ صفحہ 671-672، منسوب بہ استاذ عمر ابو النصر، مترجم)
(تاریخ طبری اردو جلد ۲ صفحہ ۵۱۳ دارالاشاعت)

اس بارے میں ریسرچ سیل کا ایک نوٹ ہے اور میں نے بھی دیکھا ہے۔ یہی بات صحیح لگتی ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے تاریخ طبری سمیت اکثر سیرت نگاروں اور مورخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خالدؓ نے اپنی اس دعا میں جو عہد کیا تھا اس کے مطابق ایک دن اور ایک رات ان قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں ڈالا گیا تا کہ اس کا پانی خون سے سرخ ہو جائے یعنی انہوں نے نہ صرف جنگ کرنے والوں سے جنگ لڑی بلکہ قیدیوں کو بھی قتل کر دیا اور اس وجہ سے یہ نہر آج تک نہر الدم یعنی خون کی نہر کے نام سے مشہور ہے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۱۴ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

لیکن بہرحال

یہ حقیقت نہیں لگتی کہ قیدیوں کو قتل کر کے پھر نہر میں خون پھینکا گیا ہو اور سیرت نگاروں نے اس میں کچھ تساہل یا مبالغہ سے کام لیا ہے یا عین ممکن ہے کہ وہ ذہن جو اسلامی جنگوں میں جان بوجھ کر ظلم و بربریت کی جھوٹی کہانیاں شامل کرنے کا بیڑہ اٹھائے ہوئے تھے انہوں نے جہاں موقع ملا اپنی طرف سے ایسے واقعات کو شامل کر دیا تھا۔

تاریخ نگاروں میں بعض دشمن بھی تھے تو ایسے دشمنی رکھنے والے یا کینہ رکھنے والے جو مسلمانوں کے خلاف کوئی نہ کوئی ایسی بات لکھ دیا کرتے تھے انہوں نے لکھ دیا ہو کہ قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں بہا دیا لیکن بظاہر یہ لگتا ہے کہ بہرحال ایسی کوئی بات شامل کی گئی ہے تا کہ دجل اور فریب سے لوگوں کے سامنے یہ پیش کریں کہ دیکھیں کس طرح مسلمانوں نے ظلم و ستم کیے اور نہتے قیدیوں کو قتل کیا گیا۔ ہر چند کہ اول تو قیدیوں

کو قتل کرنا اس وقت کے قواعد و ضوابط اور جاری جنگی اصولوں کی رو سے کوئی قابل اعتراض امر بھی نہیں تھا لیکن اسلامی جنگوں نے خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور عہد خلافت راشدہ کی جنگوں میں واقعةً ایسا ہوا بھی نہیں کہ قیدیوں کو اس طرح قتل کیا گیا ہو۔ ہر چند کہ ان جنگوں میں ہزاروں لاکھوں تک مقتولین کی تعداد ملتی ہے لیکن یہ سب وہ تھے کہ جو حالتِ جنگ میں مارے گئے تھے۔حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے سپہ سالار کی جنگوں کا مطالعہ کیا جائے تو انہوں نے بھی جہاں تک ممکن ہوا میدان جنگ میں بھی ہر اس شخص کی جان بخشی ہی کی ہے جس نے ہتھیار پھینک دیے یا اطاعت قبول کر لی اور جس کو بھی قتل کیا باوجود تاریخ نگاروں کی افسانہ طرازی کے تحقیق کرنے پر اس کے قتل کی ٹھوس وجوہ اور اسباب موجود پائے گئے ہیں۔ بہرحال اس واقعہ کو دیکھا جائے تو یہ بھی کچھ بناوٹی قصہ زیادہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ مورخین اور سیرت نگار جو کہ ان جگہوں کی تمام تر تفصیلات بیان کرتے ہیں اور بیان کرتے ہوئے ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کا بھی ذکر کرتے ہیں ان میں سے بعض نے اس واقعہ کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بنائی گئی باتیں ہیں۔ اور ایک مصنف نے جو بہت آزادانہ رائے رکھتے ہوئے تاریخ کو بیان کرتے ہیں اور قابل اعتراض حد تک ایسی باتیں بھی بیان کر جاتے ہیں کہ جس سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا وہ بھی اس واقعہ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ راویوں نے یہ روایت بیان کر کے مبالغہ آرائی کی انتہا کر دی ہے۔ اتنا یقینی ہے کہ خالد نے قتلِ دشمنانِ اسلام میں اتنا تشدد برتا تھا کہ اسے دیکھ کر قعقاع اور اس کے ساتھیوں سے رہا نہ گیا۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ از ڈاکٹر طٰہٰ حسین، صفحہ 85-86)

اسی طرح ایک مصنف نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔یعنی سختی تو کی تھی قیدیوں پر لیکن قتل کرنا یہ غلط ہے۔ اسی طرح ایک مصنف نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

عملاً یا حقیقی طور پر ایرانیوں کو نہر میں قتل کر کے پھینکا نہیں گیا تھا۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ حضرت خالدؓ نے پھرتی سے حملے کر کے عیسائیوں کو اس طرح کاٹنا اور ایرانی صفوں کو زیر وزبر کرنا شروع کیا جیسے وہ مٹی کے بنے ہوئے ہوں اور گوشت پوست کے انسان نہ ہوں۔ چونکہ ایرانی لمبائی میں دور تک پھیلے ہوئے تھے اس لیے انہوں نے ہلالی صورت میں آدھا دائرہ بنا لیا تھا اور بڑھ کر مسلمانوں کو نرغے میں لے لیا۔ اب صورت یہ ہو گئی کہ مسلمانوں کے چاروں طرف ایرانی اور عیسائی عرب چھا گئے اور بڑے جوش سے لڑنے لگے لیکن

جس جوش وخروش سے مسلمان لڑ رہے تھے وہ عیسائیوں میں نہیں تھا۔

ہر مسلمان خونخوار شیر بن گیا اور زوردار حملے کر کے عیسائیوں کو گھاس پھوس کی طرح کاٹ رہا تھا۔ اگرچہ ایرانی بھی مسلمانوں کو شہید اور زخمی کر رہے تھے لیکن مسلمان بہت کم گر رہے تھے اور جو زخمی ہوتا وہ اَور بھی جوش کے ساتھ لڑنے لگتا تھا۔ ایرانی اس کثرت سے مر رہے تھے کہ ان کی لاشوں سے میدان اٹا پڑا تھا اور جو ایرانی زخمی ہو جاتا تھا وہ میدان جنگ سے ہٹ جاتا تھا۔مسلمانوں نے اس قدر خونریزی کی کہ ان کے کپڑوں پر خون کے دھبے جم گئے۔ خالد بن ولید کے کپڑوں کا بھی یہی حال تھا۔ ایرانیوں کے خون سے زمین سیراب ہو گئی اور فالتو خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ آخر ایرانیوں کو ہزیمت ہوئی اور وہ بدحواس ہو کر بھاگے۔مسلمان ان کے پیچھے لگ گئے اور دور تک انہیں قتل اور گرفتار کرتے چلے گئے اور ایرانی ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ ان کے ہزاروں سپاہی دریا میں گر کر ڈوب گئے۔ جب ایرانی دور نکل گئے تب مسلمان واپس لوٹے۔ اس لڑائی میں ستر ہزار ایرانی مارے گئے۔مسلمان ایک سو اڑتیس شہید ہوئے۔ بہرحال مورخین کو اس بات پر بھی حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے ایرانیوں کی اتنی بڑی تعداد کو کیسے مار ڈالا۔

(حضرت خالد بن ولیدؓ از صادق حسین صدیقی صفحہ 161-162)

ایک تاریخ نگار نے یہ لکھا ہے۔ اس حوالے سے صاف نظر آتا ہے کہ اگر نہر کے پانی کے سرخ ہو جانے والے واقعہ کو درست تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ لوگ جن کی وجہ سے نہر خون سے سرخ ہو گئی وہ انہیں زخمی سپاہیوں کے ڈوبنے کی وجہ سے بھی تو ہو سکتی تھی۔ لہٰذا

کہا جا سکتا ہے کہ ایسے واقعات میں مبالغہ آرائی کی آمیزش بھی کسی حد تک شامل ہو گئی جس کی بنا پر اسلامی جنگوں اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی ذات پر رکیک حملے کرنے والوں کو مواقع ملے۔

یا جنگوں میں مسلمانوں پر وحشیانہ طرز اختیار کرنے کا الزام لگایا گیا۔ بہرحال اللہ بہتر جانتا ہے لیکن بظاہر یہی لگتا ہے کہ صرف الزام لگایا گیا۔

بہرحال جب دشمن ہزیمت اٹھا چکا اور اس کی فوج پراگندہ ہو گئی اور مسلمان ان کے تعاقب سے فارغ ہو کر واپس آ گئے تو حضرت خالدؓ کھانے کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور کہا یہ مَیں تم لوگوں کو دیتا ہوں یہ تمہارے لیے ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں جب میدان چھوڑ کر بھاگنے والے دشمن کا تیار کھانا پاتے تو اس کو اپنی فوج میں تقسیم کر دیتے تھے۔ چنانچہ مسلمان رات کے کھانے کے طور پر اسے کھانے لگے اُلَّیس کی جنگ میں دشمن کے ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۱۴، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۲۰۱۲ء)

اَمْغِیْشِیَا کی فتح

کے بارے میں لکھا ہے۔ اَمْغِیْشِیَا کو اللہ نے صَفَر بارہ ہجری میں جنگ کے بغیر ہی فتح کرا دیا تھا۔ اَمْغِیْشِیَا عراق میں ایک جگہ کا نام ہے۔ جب حضرت خالدؓ اُلَّیس کی فتح سے فارغ ہو گئے تو آپ نے تیاری کی اور اَمْغِیْشِیَا آئے مگر آپؓ کے آنے سے قبل ہی وہاں کے باشندے جلدی سے بستی چھوڑ کر بھاگ گئے اور سَوَادْ میں منتشر ہو گئے۔عراق میں وہ بستیاں جن کو مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں فتح کیا تو وہاں کھیتوں میں سرسبزی کی وجہ سے اسے سَوَاد کا نام دیا گیا۔حضرت خالدؓ نے اَمْغِیْشِیَا اور اس کے قرب وجوار میں جو کچھ بھی تھا اسے منہدم کرنے کا حکم دیا۔ اَمْغِیْشِیَا حِیْرَہ کے برابر کا شہر تھا۔ اُلَّیس اس مقام کی فوجی چوکی تھی۔

مسلمانوں کو اَمْغِیْشِیَا سے اس قدر مال غنیمت حاصل ہوا کہ ذات السلاسل سے لے کر اب تک کسی جنگ میں حاصل نہیں ہوا تھا۔

اس جنگ میں گھڑسواروں کا حصہ پندرہ سو درہم تھا اور یہ حصہ ان اموال غنیمت کے علاوہ تھا جو کارہائے نمایاں انجام دینے والوں کو دیا گیا تھا۔ اُلَّیس اور اَمْغِیْشِیَا کی فتح کی اطلاع حضرت خالدؓ نے بنو عِجْل کے ایک جَنْدَل نامی شخص کے ذریعہ روانہ کی تھی جو ایک بہادر گائیڈ کے طور پر مشہور تھے۔ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر اُلَّیس کی فتح کی خوشخبری، مال غنیمت کی مقدار، قیدیوں کی تعداد، خُمس میں جو چیزیں حاصل ہوئی تھیں اور جن لوگوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ ان سب کی تفصیل اور خاص طور پر حضرت خالدؓ کی بہادری کے کارنامے بہت عمدگی سے بیان کیے۔حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی شجاعت، پختہ رائے اور فتح کی خبر سنانے کا یہ انداز بہت پسند آیا یعنی جو نمائندہ بھیجا تھا اس کا جو طریق تھا اور اس کی بہادری کے قصے تھے اور جو اندازِ بیان تھا اس کا، وہ حضرت ابو بکرؓ کو بڑا پسند آیا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میرا نام جَنْدَل ہے۔ آپ نے فرمایا بہت خوب جندل۔ اور پھر آپؓ نے اس کو مال غنیمت میں سے ایک لونڈی دینے کا حکم دیا جس سے اس کے ہاں اولاد پیدا ہوئی۔ اسی طرح اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اب عورتیں حضرت خالد بن ولیدؓ جیسا شخص پیدا نہیں کر سکیں گی۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۱۴-۳۱۵، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۲۰۱۲ء)

(حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از ہیکل صفحہ 312 اسلامی کتب خانہ)

(معجم البلدان جلد ۱ صفحہ ۳۰۱، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(معجم البلدان جلد ۳ صفحہ ۳۰۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)

باقی ان شاء اللہ آئندہ

(الفضل انٹرنیشنل 12/اگست 2022ء صفحہ 5 تا 9)

مترجم: ابو سلطان

ڈائری عابد خان سے ایک ورق

اے چھاؤں چھاؤں شخص تیری عمر ہو دراز

23 مئی 2015ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور آپ کا قافلہ اٹھارہ روزہ دورہ کے لئے جرمنی روانہ ہوئے جہاں حضور انور نے بنفس نفیس جلسہ سالانہ جرمنی میں شمولیت اختیار فرما کر اس کو اعزاز بخشا۔

احمدیوں کے جذبات

ایک دن میری ملاقات ایک احمدی میاں بیوی سے ہوئی جن کی ابھی ابھی (حضور انور سے) ملاقات ہوئی تھی۔ ان کے برتاؤ سے خوب عیاں تھا کہ وہ کس قدر جذباتی کیفیت میں تھے۔

ان میں سے شوہر کا نام مکرم راجہ بشارت احمد (بعمر 34 سال) تھا اور ان کی اہلیہ مکرمہ منصورہ بشارت تھیں جن کو زندگی میں پہلی بار حضور انور سے ملاقات کا شرف ملا تھا۔ نہایت جذباتی رنگ میں مکرم بشارت احمد صاحب نے خلافت کے بارے میں گفتگو کا آغاز کیا۔ انہوں نے بتایا

''ہم، احمدی کس قدر خوش قسمت ہیں کہ ہم خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر اکٹھے ہیں۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ایک ایسا شخص ہے جس پر ہم مکمل طور پر اعتماد کرتے ہیں اور جو ہمیں ہمارے ایمان کے بارے میں راہنمائی فرماتا ہے۔ میں پوری ایمانداری سے یقین رکھتا ہوں کہ اگر ہماری جماعت میں خلافت نہ ہوتی تو ہم کب کے تباہ ہو چکے ہوتے لیکن خلافت کی (نعمت کے) بدولت ہم ایک ایسی جماعت ہیں جس کو تباہ کرنے کی کسی کو جرات نہیں ہے۔ حضور انور ہماری ڈھال ہیں جو ہمیں ہماری کمزوریوں سے بچاتے ہیں۔''

ان کی اہلیہ مکرمہ منصورہ بشارت صاحبہ نے بتایا کہ

''میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی روایات پڑھی ہیں، انہوں نے فرمایا ہے کہ جب وہ آپ سے ملے یا آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی تو انہیں ایسا لگا جیسے ان کے گناہ دھل گئے ہوں اور آج میری بھی یہی کیفیت تھی جب میں حضور انور کو ملی۔''

نہایت خوشی سے انہوں نے بتایا کہ حضور انور نے فرمایا ہے کہ ان کا ایک ماہ کا بیٹا اپنے والد کی بجائے، اپنی والدہ سے زیادہ مشابہ ہے اور اس بات نے ملاقات کے ماحول کو مزید خوشگوار بنا دیا۔

ایک چھوٹے بچے کے جذبات

حضور انور کے دورہ کے جو اثرات جماعت کے چھوٹے بچوں پر تھے وہ بھی خوب عیاں تھے۔ دوران دورہ میں نے مشاہدہ کیا کہ بے شمار چھوٹے بچے نہایت دمکتے چہروں کے ساتھ ہنستے مسکراتے اور حضور انور کی عطا فرمودہ چاکلیٹس ہاتھوں میں پکڑے، حضور انور کے دفتر سے باہر نکل رہے تھے۔

ایک چھوٹا بچہ عزیزم عدیل وددو (بعمر 6 سال) مجھے ملا، اس نے نہایت فخر سے اپنی چاکلیٹ دکھائی اور کہنے لگا:

''میں ساری رات اس خوشی میں سو نہیں سکا کہ میری آج حضور انور سے ملاقات ہے۔ میں حضور انور سے ملاقات سے خوب محظوظ ہوا کیونکہ آپ نہایت شفیق ہیں اور ایک خاص چاکلیٹ مجھے اور میرے بھائی کو عطا فرمائی۔ ہم نہایت خوش قسمت ہیں۔''

حضور انور کے ساتھ چند (یادگار) لمحات

منگل کے دن شام کو ظہر اور عصر کی نماز سے پہلے حضور انور نے مجھے اپنے دفتر میں بلایا اور مجھے فرمایا کہ دنیا کی تازہ ترین خبریں کیا ہیں؟ میں نے حضور انور کی خدمت میں عرض کی کہ آئرلینڈ میں ریفرنڈم ہو رہا ہے جس میں پبلک کا ووٹ ہم جنس پرستی کی شادی کے حق میں ہے۔

اس کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ کئی مغربی ممالک نے اس حوالہ سے قدم اٹھایا ہے اور آخر کار یہ ان کے لئے ایک بڑے نقصان کا باعث ہوگا۔ حضور انور نے فرمایا کہ ہم جنس پرستوں کی شادی چرچ کو کمزور کرنے کا باعث بنے گی۔

اس پر میں نے عرض کی کہ کس طرح آئرلینڈ کے ایک بشپ کے حوالہ سے میڈیا میں بیان جاری کیا جا رہا ہے کہ چرچ کو اس امر کو سمجھ لینا چاہئے کہ ہم ایک معاشی انقلاب سے گزر رہے ہیں اور اس لئے اب عیسائیت کی تعلیمات کو دور جدید کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔

اس کے جواب میں حضور انور نے فرمایا ''کیا یہ کسی مذہب کے لئے درست ہے کہ وہ اپنے بنیادی عقائد کو تبدیل کر دے اور وہ بھی دور جدید کے رواجوں کے مطابق یا اس کو اپنی اصل اور حقیقی تعلیمات کو برقرار رکھنا چاہئے؟ ایک حقیقی مذہب ہمیشہ اپنی اصل تعلیمات پر قائم رہتا ہے۔''

بعد ازاں میں نے عرض کی کہ اس دن کے پہلے حصہ میں ایک احمدی خاتون نے مجھے بتایا کہ حضور انور سے ملاقات کی خوشی کے باعث وہ اور ان کے دونوں بیٹے ساری رات سو نہیں سکے۔ یہ سننے پر ان کے بڑے بیٹے نے جن کی عمر چھ یا سات سال تھی، میری طرف دیکھا اور کہا کہ یہ سچ ہے کہ نہ تو ان کی والدہ اور نہ ہی وہ خود سو سکے، جبکہ ان کا چھوٹا بھائی گہری نیند میں خراٹے لے رہا تھا۔ اس تبصرہ پر حضور انور نے تبسم فرمایا اور مسکراتے ہوئے فرمایا

''یہ بچوں کی ایمانداری اور معصومیت کی ایک مثال ہے۔''

ایک نوجوان خادم سے ملاقات

اس شام، کھانے کے بعد ایک نوجوان جن کا نام اوصاف احمد (بعمر 16 سال) تھا مجھے مسجد میں آکر ملے۔ انہوں نے کہا کہ وہ مجھے ملنا چاہتے تھے کیونکہ انہوں نے حضور انور کے حالیہ دورہ جات کی ڈائریز پڑھی ہیں۔

وہ ایک نہایت ایماندار دوست تھے اور کہنے لگے کہ جب تک انہوں نے یہ ڈائریز نہیں پڑھی تھیں وہ حضور انور سے ایسی محبت نہیں کرتے تھے جو ایک احمدی کو ہونی چاہئے۔ لیکن ان ڈائریز کو پڑھنے کے بعد انہیں احساس ہوا ہے کہ حضور انور کس قدر جماعت سے محبت کرتے ہیں اور یہ بھی کہ ہمیں خلافت کی کس قدر ضرورت ہے۔ یہ سن کر خوشی ہوئی کہ اس ڈائری کے مثبت اثرات مترتب ہو رہے ہیں۔ الحمد للہ

جب وہ جانے لگے تو عزیزم اوصاف نے مجھے بتایا کہ انہیں جامعہ احمدیہ میں داخلہ کی بے حد خواہش ہے لیکن وہ جامعہ یوکے میں داخلہ لینا چاہتے ہیں تاکہ وہ حضور انور کے پاس رہ سکیں۔ انہوں نے کہا کہ اب جبکہ جامعہ احمدیہ جرمنی کھل چکا ہے، جامعہ احمدیہ یوکے میں داخلہ لینا مشکل ہوگیا ہے تاہم وہ ایک معجزہ کے رونما ہونے کی امید میں ہیں۔

(حضور انور کا دورہ جرمنی مئی-جون 2015ء اردو ترجمہ از ڈائری مکرم عابد خان)

ایڈیٹر کے نام خطوط

• **مکرمہ نبیلہ رفیق۔ ناروے سے لکھتی ہیں۔**

حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی پاکیزہ یادوں پر مشتمل اداریے نے صبح صبح پڑھنے کا مزہ بھی دیا ہے اور درد بھی۔ ہر سال یہ المناک تاریخ دہرانا تکلیف دہ تو ہوتا ہے مگر جماعتی اخبارات میں تحریرات پڑھنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کسی کے ساتھ بیٹھ کر یہ غم بانٹ لیا ہو۔ اللہ تعالیٰ لکھنے والوں کو جزاء دے آمین۔ فجی سے آئی ہوئی نظم بھی بہت خوبصورت ہے۔ میری ایک چھوٹی سی رائے ہے کہ اگر اس نظم میں زمین کے نیچے زیر ہوتی اسی طرح، ابن علیؓ میں ابن کے نیچے زیر ہوتی تو وزن بھی زیادہ درست رہتا اور مطلب بھی۔

• **مکرمہ صفیہ بشیر سامی۔ لندن سے لکھتی ہیں۔**

مورخہ 4 اگست و 6 اگست کی اشاعت میں ''حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار اور دنیا کے میرے دو پھول ہیں'' ان اداریوں نے آج پھر رُلا دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے جو ہمیں پڑھنے کے لئے اتنا قیمتی مواد دیتے ہیں۔

• **مکرم رحمت اللہ بندیشہ مربی سلسلہ۔ جرمنی سے لکھتے ہیں۔**

ماشاء اللہ! تنظیمی سطح پر اہمیت و ذمہ داریوں کے عناوین کے تحت انتہائی قابل قدر تحریرات شائع ہو رہی ہیں۔ اللّٰھم زد فزد

• **مکرم عبدالستار خان مربی سلسلہ و نمائندہ الفضل لکھتے ہیں۔**

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنوبی امریکہ کے ملک پیرو میں بھی جلسہ سالانہ یوکے کے تمام پروگرام ایم ٹی اے پر لائیو دیکھے گئے۔ جلسہ کا ہر پروگرام ہی ایمان افروز تھا۔ خصوصاً حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے روح پرور خطابات اور عالمی بیعت میں شمولیت کی سعادت تقویت ایمان کا باعث تھی۔ اللہ تعالیٰ تمام شاملین و کارکنان جلسہ نیز ایم ٹی اے اور الفضل کے جملہ کارکنان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جن کی پرخلوص اور انتھک محنت سے تازہ بتازہ جلسہ سالانہ کی ساری کارروائی دیکھنے، سننے اور پڑھنے کا موقع ملا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

ثمرہ خالد۔ جرمنی

میرے سر پہ ہے وہی اک شجر

خلافت وہ شجر سایہ دار ہے جس کی چھاؤں تلے پلنے والے افرادِ جماعت احمدیہ وہ بامراد اور بانصیب لوگ ہیں جو اطاعت خلافت کا درس لئے دینی اور دنیاوی ترقیات کے زینے طے کر رہے ہیں یوں تو خلافت سے وفا کا درس ہمیشہ ہی پیش نظر رہتا ہے یومِ خلافت کے موقع پر منعقدہ جلسے خلیفۂ وقت کے احسانات کو یاد کرتے ہوئے اپنے جائزے لینے اور تجدیدِ عہدِ وفا کا موقع بہم پہنچاتے ہیں۔

یومِ خلافت کے موقع پر مجلس زولٹاؤ میں منعقدہ نشست میں مربیِ سلسلہ مکرم سلمان احمد ملہی صاحب نے افرادِ جماعت کے خلافت سے عشق و وفا اور خلیفۂ وقت کے اپنی جماعت سے پیار اور حسن و احسان کے جو واقعات بیان کیے ان میں سے چند ایک ہدیہ قارئین الفضل کرتی ہوں۔

مکرم مربیِ سلسلہ سلمان احمد ملہی صاحب نے بیان کیا کہ جامعہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب انہوں نے افریقہ کا دورہ کیا تو جا بجا خلافت سے عشق و وفا کی داستانیں دیکھیں جنہیں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال کے مصداق پایا۔

ایسی ہی ایک مثال ٹوگو کے دارالحکومت لومے سے 96 کلومیٹر شہر نوچے میں واقع جماعت کے ریجنل ہیڈ کوارٹر سے پندرہ کلومیٹر دور ایک گاؤں میں ملی۔ اس گاؤں میں 2006ء میں جماعت قائم ہوئی۔

یہ گاؤں بجلی پانی اور ٹرانسپورٹ کی سہولیات سے تاحال محروم ہے۔ سڑکیں کچی اور ذرائع آمد و رفت نہ ہونے کے باعث آج بھی کئی لوگ گاؤں سے شہر جانے کے لیے 15 کلومیٹر کی مسافت پیدل طے کرتے ہیں۔ وہاں کے مقامی مربی سلسلہ مکرم عامر احمد صاحب ایک جھونپڑی میں لے کر گئے۔ جس کے مقیم مومیا سالف صاحب (جو اب بطور صدر جماعت اور نیشنل سیکرٹری اشاعت خدمت کی توفیق پا رہے ہیں) نے مالی طور پر کمزور ہونے اور نامساعد حالات کے باوجود سولر پینل کے ذریعے ایم۔ ٹی۔ اے کا انتظام کر رکھا تھا۔ استفسار پر انہوں نے بتایا کہ کس طرح انہوں نے وسائل کی کمی کے باوجود مشقت اٹھا کر 2017ء میں اس کا انتظام کیا تا کہ خلیفۂ وقت کو دیکھ اور سن سکیں۔

خلافت سے عقیدت و محبت کے ان پیمانوں کو ناپنا اتنا آسان نہیں کہ جسمانی خوراک سے محروم وہ روحیں روحانی خوراک کے حصول کے لیے ہر مشکل کو سہہ جانے کو تیار ہیں۔

وہاں کے لوگ جب یہ سنتے تھے کہ وہ خلیفۂ وقت کے نمائندہ ہیں تو نہایت عقیدت سے ملتے ہوئے ہر فرد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں سلام پہنچاتا۔ حسرت سے اس بات کا اظہار کرتے کہ وہ خلیفۂ وقت تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ایک طرف عشق و وفا کی یہ داستانیں تھیں تو دوسری طرف محبتِ خلافت میں ڈوبا آنسوؤں سے تر مکرم مربی صاحب کا وہ گلو گیر لہجہ جو جھنجھوڑتا رہا کہ ہم نعمتوں میں پلنے والے اپنے دعوؤں اور وعدوں میں کس قدر سچے ہیں اور اس عہدِ وفا کو نبھانے میں کہاں کھڑے ہیں۔

خدائے ذوالمنن کا احسان ہے کہ اُس نے ایسا خلیفہ ہمیں عطا فرمایا ہے جو محبت بھری دعاؤں کا کبھی نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ خلیفۂ وقت کی دعاؤں سے حصہ پانے اور ان کے لطف و احسان سے دامن بھرنے کا ایک واقعہ مربی صاحب نے بیان کیا جو انہیں دورہِ افریقہ کے دوران وہاں کے لوکل مربی صاحب نے گوش گزار کیا تھا۔

واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ مکرم وسیم احمد ظفر (ثانی) ریجنل مشنری پالیمے (ٹوگو) جنوری 2001ء میں حسبِ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ مغربی افریقہ کے ملک آئیوری کوسٹ اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں پہنچے۔ اکتوبر 2002ء میں حکومت کے خلاف بغاوت کے سبب ملک دو حصوں میں منقسم ہوگیا۔ ایک حصہ کا کنٹرول باغیوں نے سنبھال لیا۔ ملک میں کرفیو کے نفاذ اور سیکیورٹی خدشات کے سبب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت مربی صاحب کو فیملی سمیت برکینا فاسو منتقل ہونا پڑا۔

2003ء کے جلسہ سالانہ انگلینڈ (جو کہ خلافتِ خامسہ کا پہلا جلسہ تھا) کے دوران مربی صاحب کے بیٹے عزیزم طلحہ فصیح احمد بعمر اڑھائی سال کو ملیریا بخار ہوگیا۔ (افریقہ میں اگر ملیریا بخار کا علاج جلد نہ شروع کیا جائے تو پہلے ٹائیفائڈ پھر گردن توڑ بخار میں تبدیل ہو جاتا ہے) چونکہ ان دِنوں جلسہ سالانہ کے دوسرے روز کی کارروائی چل رہی تھی جسے براہِ راست سننے کے لیے گھر میں احبابِ جماعت بھی موجود تھے۔ سوچا کہ مکرم مولانا عطا المجیب راشد صاحب کی تقریر کے بعد دوا لے آئیں گے۔ سو ایسا ہی کیا لیکن قبل اس کے کہ دوا دی جاتی۔ طلحہ فصیح کی آنکھیں اوپر چڑھ گئیں اور جسم تختہ کی مانند اکڑ گیا۔ یہ سب دیکھ کر عزیزم طلحہ کی والدہ رونے لگیں۔ وہاں موجود احبابِ جماعت بھی پریشان ہو گئے۔ مربی صاحب نے نہایت اضطراب کے عالم میں روتے ہوئے محمود ناصر ثاقب صاحب (امیر جماعت احمدیہ برکینا فاسو) کو فون کر کے بتایا کہ عزیزم طلحہ وفات پا گیا ہے۔ انہوں نے تفصیلات پوچھتے ہوئے ایک ہومیوپیتھی میڈیسن عزیزم کے منہ میں ڈالنے کو کہا۔ مربی صاحب نے محترم امیر صاحب سے درخواست کی کہ حضورِ اقدس کی خدمت میں دعا کے لیے فیکس کر دیں۔ (ان کے شہر میں فیکس کی سہولت موجود نہ تھی)

اُس وقت مشن میں کوئی سواری نہ تھی پڑوس میں گاڑی پر آئے مہمانوں سے بچے کو ہسپتال لے جانے کی درخواست کی اور ان کے تعاون سے عزیزم کو سرکاری ہسپتال پہنچایا گیا۔ اسی اثنا میں ہومیوپیتھی دوائی کی چند خوراکوں کے مثبت اثر سے عزیزم کے جسم کے اکڑاو میں بھی کمی آ گئی.

ہاسپٹل میں ٹیسٹ کے بعد گردن توڑ بخار تشخیص ہوا۔ عزیزم طلحہ ہسپتال میں دس روز زیرِ علاج رہا۔ اس دوران امیر صاحب کی وساطت سے حضورِ اقدس کی خدمت میں درخواستِ دعا کی فیکس بھیجتے رہے۔

دس روز بعد عزیزم طلحہ کو ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا۔ اور مشن ہاؤس واپس آ کر مربی صاحب اپنے روٹین کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ کہ تین روز بعد امیر صاحب کا فون آیا۔ انہوں نے بتایا کہ مکرم عبد الماجد طاہر صاحب (وکیل التبشیر) کا لندن سے فون آیا ہے اور حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان سے فرمایا ہے کہ برکینا فاسو میں وسیم ظفر صاحب کا بیٹا کافی بیمار تھا۔ ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں آئی۔ ابھی فون کر کے بیٹے کی صحت کے بارے میں دریافت کریں۔ اللہ اللہ قربان جائیں پیارے آقا کے اس لطف و احسان پر۔

امیر صاحب نے فرمایا کہ ابھی اپنے ہاتھ سے حضورِ اقدس کی خدمت میں خط لکھ کر بھیجیں تا کہ فوراً فیکس کیا جاسکے۔ سو مربی صاحب نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً خط لکھ کر ایک خادم کے ہاتھ مکرم امیر صاحب تک پہنچایا۔

مربی صاحب ایک طرف نہایت پشیمانی کے ساتھ خلیفۂ وقت کو اطلاع نہ دے سکنے جیسی غفلت پر بے حد افسوس کا اظہار کرتے رہے تو دوسری جانب اس واقعہ کو سرشاری کا ایک لمحہ قرار دیتے رہے جس کی بدولت وہ اپنی خوشی قسمتی پر نازاں تھے۔ کہ اس زمین پر موجود ہمارا واحد روحانی بادشاہ جسکی دعاؤں نے نا صرف ایک مردہ میں زندگی کی روح پھونک دی۔ بلکہ وہ کوئی اطلاع نہ ملنے پر از خود احوال بھی دریافت فرماتا ہے۔

کیا ہے ایسی کوئی مثال جو ہمیں کسی اور رشتہ اور تعلق میں نظر آتی ہو۔ یہ صرف خلیفۂ وقت کا ہی محسن اور پیارا وجود ہے جو کہیں ہماری غفلت کی حالت میں بھی ہمارے لئے راتوں کو اٹھ کر دعائیں کرتا اور کہیں اپنے خطوط سے ہماری ڈھارس بندھاتا ہے۔ خدا کرے کہ جماعتِ احمدیہ کا ہر مرد و زن ہر پیر و جواں اخلاص و وفا کے ساتھ خلافت کے ساتھ روحانی رشتہ کو نبھانے کے لئے اس عہد کو حرزِ جاں بنائے۔

تمہیں چھاؤں میں رکھیں گے تمازت ہم سنبھالیں گے

ایک اہم درستی

بعض احباب و خواتین کے نام میں خدائی صفات ہوتی ہیں جیسے عبد الباری، عبد القدوس یا امۃ الباری یا امۃ القدوس وغیرہ وغیرہ۔ اور ہم ان دوستوں یا خواتین کو باری صاحب، قدوس صاحب یا باری آنٹی یا قدوس باجی کہہ کر پکارتے ہیں۔ جو مناسب نہیں۔ ایسے ناموں کو پورے نام کے ساتھ پکارنا مناسب ہوگا۔

نیاز احمد نائک۔ استاذ جامعہ احمدیہ قادیان

صداقت حضرت مسیح موعودؑ

آپؑ کے اشعار کی روشنی میں

اس مضمون میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار کہنے کی غرض وغایت اور ان اشعار کو یاد کرنے کی تلقین کا ذکر کرنے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے اس بحر بیکراں میں سے چند قطرات بطور نمونہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔طوالت مضمون کو دیکھتے ہوئے درثمین میں سے ایسے اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی صداقت کے لئے ارشاد فرمائے ہیں۔آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میری صداقت کا معیار منہاج نبوت ہے۔یعنی جو آپ کو انبیاء کے نہج پر پرکھے گا اس پر آپ کی صداقت عیاں ہوجائے گی۔منہاج نبوت کے معیار کی بھی صدہا جزئیات ہیں۔ذیل میں اکثر ان اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے جو منہاج نبوت کے معیار سے تعلق رکھنے والی ہیں۔

اشعار کہنے کی ضرورت

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’اشعار میں اپنے مضامین کو بیان کرنے کی ہمیں ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بعض طبائع اس قسم کی ہوتی ہیں کہ ان کو نثر عبارت میں ہزار پیرائیہ میں کوئی صداقت بتائی جائے وہ نہیں سمجھتے۔لیکن اسی مفہوم کو اگر برجستہ شعر میں منظوم کر کے سنایا جائے تو شعر کی لطافت ان پر بہت کچھ اثر کر جاتی ہے۔شعر کو سن کر پھڑک اٹھتے ہیں اور حق کو شعر کے ذریعہ فوراً قبول کر لیتے ہیں۔‘‘

(الحکم قادیان 28 اگست 7 ستمبر 1938ء صفحہ 2)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اشعار یاد کرنے کی تحریک وتحریص

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔

’’ایک ایک شعر ،ایک ایک مصرع ایک ایک لفظ سچائی میں ڈوبا ہوا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا کلام ہی آپ کی سچائی کی دلیل ہے۔کوئی سعید فطرت انسان اگر اس کلام کو سنے تو ممکن نہیں ہے کہ وہ اس کلام کے کہنے والے کے حق میں اس سچائی کی گواہی نہ دے۔حیرت انگیز طور پر پاکیزہ جذبات عشق میں ڈوبا ہوا یہ کلام سن کر روح پر وجد طاری ہوجاتا ہے۔۔۔حضرت مسیح موعودؑ کا کلام یاد کریں اور درویشوں کی طرح گاتے ہوئے قریہ قریہ پھریں اور اس کلام کی منادی کریں اور دنیا کو بتائیں کہ وہ آ گیا ہے جس کے آنے سے تمہاری نجات وابستہ ہے‘‘

(روزنامہ الفضل 28 جون 1983)

ضرورت زمانہ
(یعنی وقت خود کسی مصلح کا متقاضی ہو)

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ مامورِ زمانہ کی صداقت کے تین معیار ضرورت زمانہ ،سابقہ پیشگوئیوں اور تائیدات سماویہ وارضیہ ہوتے ہیں۔ذیل میں اس مناسبت سے آپ علیہ السلام کے اشعار درج کئے جاتے ہیں۔جن سے مسلمانوں کی حسب پیشگوئی ناگفتہ بہ حالت ،اسلام کا دشمنوں کے نرغے میں ہونا،پھر اس کے احیاء کے لئے مسیح دوراں کے ظہور کا ذکر ہے۔

’’اِسۡمَعُوۡا صَوۡتَ السَّمَاءِ جَاءَ الۡمَسِیۡح جَاءَ الۡمَسِیۡح
نیز بِشنو از زمیں آمد امامِ کامگار‘‘

’’نورِ دل جاتا رہا اک رسم دیں کی رہ گئی
پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مصلح دیں کیا بکار‘‘

’’ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب وتواں نہیں‘‘

’’مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیمِ قرآں کو بھلایا
رسول حق کو مٹی میں سلایا
مسیحا کو فلک پر ہے بٹھایا‘‘

’’دِن چڑھا ہے دُشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بے قرار‘‘

’’صد ہزاراں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر
ہو گئے شیطاں کے چیلے گردنِ دیں پر سوار‘‘

’’ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دینِ احمد پر تبر
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور اُن کے وہ وار‘‘

’’قوم میں فسق و فجور و معصیت کا زور ہے
چھا رہا ہے ابر یاس اور رات ہے تاریک و تار‘‘

’’تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہوگئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہوگئے‘‘

’’ہوگیا دیں کفر کے حملوں سے چور
چپ رہے کب تک خداوندِ غیور‘‘

’’وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا‘‘

’’کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار‘‘

’’وہ آیا منتظر تھے جس کے دن رات
معمہ کھل گیا روشن ہوئی بات‘‘

’’مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار‘‘

سابقہ انبیاء اور سلف صالحین کی پیشگوئیاں

کوئی بھی نبی اب تک نہیں گزرا ہے جس نے آخری زمانہ میں دجال کے فتنہ سے نہ ڈرایا ہو۔دجال اور یاجوج ماجوج کے اس فتنہ عظیم کی سرکوبی کے لئے امت مسلمہ میں سے ایک رجل فارس کی پیشگوئی موجود ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ۔

’’فرما چکا ہے سید کونین مصطفےؐ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التوا‘‘

’’پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند
کھیلیں گے بچے سانپوں سے بے خوف و بے گزند‘‘

’’کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر‘‘

’’ابنِ مریم ہوں مگر اُترا نہیں مَیں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کار زار‘‘

’’ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلامِ احمدؐ ہے‘‘

’’ہر نبیِ وقت نے اِس جنگ کی دی تھی خبر
کر گئے وہ سب دعائیں بادو چشمِ اشکبار‘‘

تائیدات ارضیہ و سماویہ

خدا تعالیٰ کے مامور کی صداقت کے اظہار کے لئے ارضی و سماوی تائیدات رونما ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے لئے تبشیری اور انذاری معجزات دکھاتا ہے۔اللہ تعالیٰ پہلے مبشرات دکھاتا ہے جب لوگ ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو پھر منذرات کا بھی مامور من اللہ کی صداقت کے لئے ظہور ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے لئے کسوف وخسوف کا اقتداری اور تبشیری معجزہ دکھایا جب لوگوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا تو پھر اللہ تعالیٰ نے طاعون کا نشان دکھایا۔اسلئے آپ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اکثر احمدی ’’طاعونی احمدی‘‘ ہیں یعنی طاعون کو دیکھ کر ایمان لائے تھے۔ذیل میں اس مناسبت سے چند اشعار پیش ہیں۔

’’دکھائیں آسماں نے ساری آیات
زمیں نے وقت کی دے دی شہادات‘‘

’’ظہور عون و نصرت دمبدم ہے
حسد سے دشمنوں کی پشت خم ہے ‘‘

’’آسماں پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار‘‘

’’ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار‘‘

’’یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس وقمر بھی بتاچکا‘‘

’’تونے طاعوں کو بھی بھیجا میری نُصرت کے لئے
تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار‘‘

’’دن بُرے آئے اکٹھے ہوگئے قحط و وبا
اب تلک توبہ نہیں اب دیکھئے انجام کار‘‘

’’مَیں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اک نشان
جس کو تو نے کر دیا ہے قوم و دیں کا افتخار‘‘

’’یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکّاروں کا کار‘‘

’’باغ مُرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
مَیں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار‘‘

جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو ’’جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء ‘‘ کا خطاب دیا یعنی اللہ کا پہلوان نبیوں کے لبادہ میں۔اس الہام سے قرآن کریم کی یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی کہ رسولوں کو آخری وقت میں اکٹھا کیا

جائے گا۔آپ علیہ السلام کا دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء کے صفات و واقعات سے حصہ دیا ہے اس لئے آپ میں تمام انبیاء روحانی اور صفاتی طور پر جمع ہوگئے۔

”مَیں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
اِک شجر ہوں جس کو داؤدی صِفت کے پھل لگے
مَیں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار“

اعداء کے مقابل کامیابی

مامورمن اللہ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوتی ہے کہ وہ باوجود اپنی کسمپرسی اور بے بضاعتی کے اپنے طاقتور اعداء کے بالمقابل فتح وظفر سے ہمکنار ہوجاتا ہے۔اس ضمن میں آپ علیہ السلام کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

”صف دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے “

”ڈگلس پہ سارا حال بریت کا کھل گیا
عزت کے ساتھ تب میں وہاں سے بری ہوا“
”قتل کی ٹھانی شریروں نے چلائے تیر مکر
بن گئے شیطاں کے چیلے اور نسلِ ہونہار

پھر لگایا ناخنوں تک زور بن کر اِک گروہ
پر نہ آیا کوئی بھی منصوبہ اُن کو ساز وار“

”گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے
ہمارے کر دیے اونچے منارے“

مقابل پر مرے یہ لوگ ہارے
کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے“

جھوٹا مدعی قتل کیا جاتا ہے

قرآن کریم نے یہ معیار قائم فرمایا ہے کہ جھوٹا مدعی الہام قتل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں کہ

”تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں
جب کہ میں نے وحیِ ربّانی سے پایا افتخار“

”اس قدر یہ زندگی کیا افترا میں کٹ گئی
پھر عجب تر یہ کہ نُصرت کے ہوئے جاری بحار“

”اِفترا کی ایسی دُم لمبی نہیں ہوتی کبھی
جو ہو مثلِ مدّتِ فخرالرّسل فخرالخیار

”یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں!
ایسے کاذب کیلئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

دوش پر میرے وہ چادر ہے کہ دی اُس یار نے
پھر اگر قدرت ہے اَے منکر تو یہ چادر اُتار“

خلوت سے جلوت تک

مامورمن اللہ گوشہ نشین اور شہرت وعظمت کے خیالات سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ ان کو کنج زلت سے نکال کر شہرت وعظمت کے بام عروج تک پہنچا دیتا ہے۔اس اصل کے سلسلے میں چند اشعار درج ذیل ہیں۔

”اِک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا مُعتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار

اُس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد ازمرورِ روزگار

کھول کر دیکھو براہیں جو کہ ہے میری کتاب
اس میں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اُس کو ایک بار

میں تھا غریب و بے کس و گمنام بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

جانتا تھا کون کیا عزت تھی پبلک میں مجھے
کس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار

ایسی سُرعت سے یہ شہرت ناگہاں سالوں کے بعد
کیا نہیں ثابت یہ کرتی صِدقِ قولِ کردگار“

دعویٰ سے پہلے پاک زندگی

مامورین کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی ان کی صداقت کی سب سے بڑی اور بنیادی دلیل ہوتی ہے۔ اس جہت سے بھی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔چنانچہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں ۔

”ابتداء سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار“

دنیا سے بے رغبتی

مامورین دنیا و مافیہا سے بے رغبت ہوتے ہیں۔وہ ہمیشہ رضوان یار کے متلاشی نظر آرہے ہوتے ہیں۔چنانچہ آپ علیہ السلام ہمیں اس میدان میں بھی انبیاء کے منہج پر نظر آتے ہیں۔آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اِبتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہراک عظمت سے عار“

”یہ سراسر فضل و اِحساں ہے کہ مَیں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار“

”تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے ربِ کریم
کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب وجوار

گر کہے کوئی یہ منصب تھا شایانِ قریش
وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار“

سورۃ الفاتحہ (ام الکتاب)

سورۃ الفاتحہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کی پیش خبری موجود تھی۔ جس نے دجال کے سب سے بڑے فتنہ کا قلع قمع کرنا تھا۔پنجوقتہ نمازوں میں اس سورہ کو اسی لئے دہرانے کی تاکید کی گئی ہے۔مغضوب اورضالین سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں۔اس میں یہ پیشگوئی تھی کہ مسلمان یہود کے نقش قدم پر چل کر اپنے آنے والے مسیح کا انکار کریں گے۔اس ضمن میں حضور اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

”یہ میرے ربّ سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدقِ دعویٰ پہ مُہرِالٰہ ہے“

”میرے مسیح ہونے پہ یہ اک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہدِ ربّ جلیل ہے“

”پھر دوبارہ آگئی اَحبار میں رسمِ یہود
پھر مسیح وقت کے دشمن ہوئے یہ جبہ دار

تھا نوشتوں میں یہی ازابتدا تا انتہا
پھر مٹے کیونکر کہ ہے تقدیر نے نقشِ جدار

میں تو آیا اس جہاں میں ابن مریم کی طرح
مَیں نہیں مامور ازبہر جہاد و کارزار“

احیاءِ موتٰی اور قبولیت دعا کا نشان

مامورمن اللہ کو قبولیت دعا کا نشان دیا جاتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ کی ہزاروں دعاؤں کو قبولیت کا شرف ملا۔ اور آپ کی انفاخ قدسیہ اور پاک تحریرات نے لاکھوں مردوں کو آب حیات کا جام پلا دیا۔ذیل میں چند ایسے اشعار پیش ہیں جن میں یہ مضمون بیان ہوا ہے۔

”جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے“

”مرہم عیسیٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا
میری مرہم سے شفا پائے گا ہر ملک و ہر دیار“

”شکر للہ میری بھی آہیں نہیں خالی گئیں
کچھ بنیں طاعوں کی صورت کچھ زلازل کے بخار
اِک طرف طاعونِ خونی کھا رہا ہے مُلک کو
ہو رہے ہیں صد ہزاراں آدمی اُس کا شکار

دوسرے منگل کے دن آیا تھا ایسا زلزلہ
جس سے اک محشر کا عالَم تھا بصد شور و پکار"
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمیدوار"

علماء سوء کی تکفیر و تکذیب

مامورمن اللہ دعویٰ سے قبل امیدوں کا مرجع ہوتے ہیں۔لیکن دعویٰ کے بعد تعریف و توصیف کرنے والے لوگ ہی مخالفت پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔مخالفین کی اسی روش کا سامنا حضرت مسیح موعودؑ کو بھی کرنا پڑا۔آثار میں بھی وارد ہوا تھا کہ علماء سوء حضرت مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ لگائیں گے اور آپ علیہ السلام کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھیں گے۔اس ضمن میں آپ علیہ السلام کے چند اشعار پیش ہیں۔

"کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے"

"غُل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجّال ہے
پاک کو ناپاک سمجھے ہو گئے مُردار خوار"

آپ کا دعویٰ مسلمانی

حضرت نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ کلمہ گو کو کافر کہنا خود کافر بننے کے مترادف ہے۔حضرت مسیح موعودؑ کو کافر و دجال کہنے سے یہ لوگ خود حضرت نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی زد میں آتے ہیں۔

"مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر
یہ تو ہے سب شکل ان کی ہم تو ہیں آئینہ دار"

"ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدؐ مختار ہیں"

"جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے"

"ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے"

اللہ تعالیٰ اور آنحضرتؐ کی کامل پیروی میں نبوت کا انعام

"سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے"

"ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے"

اظہارِ غیب

اللہ تعالیٰ انبیاء پر کثرت سے غیب کا اظہار فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف بخشا اور مکالمہ و مخاطبہٴ الٰہیہ کی اسی کثرت کو آپ نے نبوت سے تعبیر فرمایا۔"تذکرہ" میں ان الہامات و کشوف کا تذکرہ موجود ہے۔پیشگوئی مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے چند اشعار پیش ہیں۔

"بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دِن محبوب میرا

کروں گا دُور اُس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا

بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ"

آخری کامیابی

"ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف
وہ بلاتے ہیں کہ ہوجائیں نہاں ہم زیر غار"

ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار

صدق سے میری طرف آؤ اِسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار"

"باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار"

"خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
مری خاطر خدا سے یہ علامت آنے والی ہے"

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کے منظوم کلام کو ذہن نشین کرنے اور اس کلام کو برموقع محل اور برجستہ استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

بقیہ: نبی کریمؐ کو جو گالی دے اسے قتل کردو؟ ...... از صفحہ 16

میں سب انبیاء کا ذکر ہے، صرف رسول اللہ ﷺ کا نہیں ہے۔اس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ اگر بفرض محال اس وضعی روایت کو ایک لحہ کے لئے مان بھی لیا جائے تو اس میں صرف رسول اللہ ﷺ کی بات نہیں، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام مذکور ہیں۔اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ تیسری صدی ہجری سے چوتھی صدی میں داخل ہوتے ہوئے یہ روایت کس طرح بدل گئی اور "اَلْاَنْبِیَاء" کی بجائے "نَبِیًّا" کا لفظ اختیار کرلیا گیا۔الغرض جو بھی ہو وہ بھی یہی ثابت کرتا ہے کہ اس روایت کو بنایا گیا ہے اور بعد میں اس کے مضمون پر کسی کو تسلّی نہ ہوئی تو اس کے الفاظ کو بھی بدل دیا گیا۔ جبکہ راوی دونوں میں حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ ہی ہیں۔

دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ "المعجم الصغیر" والی روایت میں الفاظ "قُتِلَ" سے مراد جان سے مار دینا نہیں بلکہ ایمانی لحاظ سے ایسا ہو جانا مراد ہے کہ گویا وہ اپنا ایمان ختم کر چکا ہے، وہ اپنے ایمان کو مار چکا ہے یا خود ہی مر چکا ہے، کالعدم ہو چکا ہے۔اسی طرح "جُلِدَ" سے مراد ہے کہ جو صحابیؓ کو گالی دے وہ گویا ایمانی لحاظ سے از خود پٹ چکا ہے۔کیونکہ نبیوں کو ہر گالی دینے والا پکڑا جا سکتا ہے نہ پکڑا گیا ہے۔تو اس طرح یہ روایت کالعدم اور بے معنے ہو جاتی ہے۔کیونکہ "قُتِلَ" میں ایک حقیقت پائی جاتی ہے کہ وہ لازماً قتل ہوگیا، وہ قتل ہو چکا ہے۔اسی طرح تاریخ شاہد ہے کہ کسی صحابیؓ یا صحابیہؓ کو کوڑے مارے گئے نہ پیٹا گیا۔تو اس ثابت شدہ واقعاتی حقیقت کی وجہ سے اس کے یہ معنے نہیں لئے جاسکتے کہ نبیوں کو گالی دینے والے کو جان سے مار دیا جائے اور کسی صحابیؓ کو گالی دینے والے کو ظاہری کوڑوں سے مارا پیٹا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

1: یہ روایت ابتدائی صحیح اور مستند مجموعہ ہائے احادیث میں شامل نہیں ہے۔یہ چوتھی صدی ہجری میں منصۂ شہود پر ابھری ہے۔

2: ائمہ فن کے مطابق یہ روایت علم سند اور علم درایت کے لحاظ سے ضعیف روایت ہے بلکہ عملاً موضوع ثابت ہوتی ہے۔

3: اس روایت میں جو تغیّر و تبدل ہوا ہے، اس سے اس کے معنوں میں بھی تبدیلی آئی ہے۔

4: آنحضرت ﷺ، خلفائے راشدینؓ اور صحابہؓ کے اپنے عمل سے ثابت ہے کہ یہ بات ان کے زمانے میں بالکل بھی موجود نہیں تھی۔نہ ہی اس پر کبھی ان معنوں میں عمل ہوا ہے جو معنے آج متشدد لوگ لیتے ہیں۔

5: اس روایت کے تمام الفاظ اُن معنوں کو رد کرتے ہیں جو ایک مخصوص طبقہ محض کشت و خون کے لئے اختیار کرتا ہے۔

6: اس روایت کی نحوی ترکیب بتاتی ہے کہ اس میں صرف رسول اللہؐ مخصوص نہیں ہیں، بلکہ تمام انبیاء مراد ہیں۔

7: اس روایت کا ایک جزو یعنی صحابہؓ کو گالی دینے والے کی سزا والا حصہ ہمیشہ ناقابلِ عمل رہا ہے۔

الغرض اس ساری بحث کا یہی خلاصہ نکلتا ہے کہ یہ روایت خلافِ قرآن کریم، خلافِ احکام و سنّت رسولؐ، خلافِ عمل خلفائے راشدین و صحابہؓ، خلافِ اجماع و طریق ائمہ اور خلافِ عقل ہے۔اس کی اندرونی شہادت ثابت کرتی ہے کہ یہ روایت وضعی ہے اور ناقابل عمل ہے۔ایسی وضعی روایات خوبصورت دین اسلام پر الزام قائم کرتی ہیں، اس کی دلکش تعلیم کو متہم کرتی ہیں اور اس سے اس کی بنیادی کشش چھین کر عالمگیر نفرتوں میں اتار دیتی ہیں۔لہٰذا ان کا ترک کرنا ضروری ہے۔ان کا دینِ اسلام کی خوبصورت، پُرکشش اور پاک تعلیمات سے قطعی طور پر کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔اسلام ایک پُر رحمت، سچا، مثبت اور عملی مذہب ہے۔یہ قتل و غارت جیسے وحشیانہ، جھوٹے، منفی اور مہلک نظریات کو ترک کر کے پُر امن اور مثبت راہوں پر آگے سے آگے چلنے کی تلقین کرتا ہے۔

ہادی علی چوہدری۔ نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

”مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوْهُ“

نبی کریمؐ کو جو گالی دے اسے قتل کر دو؟

یہ روایت بڑی کثرت سے اور بار بار نہ صرف نعروں کی صورت میں ہرسمت اور ہرسُو باآواز بلند سُنی جاتی ہے بلکہ دینی مدرسوں میں نصاب میں داخل ہے اور یہ طلبہ کو انتہائی جذباتی طور پر رٹائی بھی جاتی ہے۔ وہ روایت یہ ہے:

”حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نُوحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ زَبَالَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مُوْسٰى بْنِ جَعْفَرَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوْهُ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِي فَاضْرِبُوْهُ۔“

(الشفاء۔ القسم الرابع فی تصرف وجوہ الاحکام فیمن تنقّصہ او سبّہٗ علیہ السلام۔الباب الاوّل فی بیان ما ھو فی حقّہ اسبٌّ او نقصٌ.... شرح ملّا علی قاری صفحہ 304)

کہ حضرت حسینؓ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو کسی نبیؑ کو گالی دے اسے قتل کر دو اور جو میرے صحابیؓ کو گالی دے، اسے پیٹو۔

روایت کے ماٰخذ اور اس کا زمانہ

یہ روایت گو متقدمین اور متاخرین کی تصنیف کردہ درجن بھر کتب میں درج ہے مگر یہ صرف حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ دستیاب معلومات کے مطابق یہ روایت حضرت علیؓ کی وفات کے کم وبیش اڑھائی سو سال بعدسب سے پہلے جس کتاب میں اوّل طور پر ظاہر ہوئی، المعجم الصغیر ہے جو امام ابوالقاسم طبرانی کی تصنیف ہے۔ امام طبرانی 360 ہجری میں فوت ہوئے۔یعنی یہ روایت چوتھی صدی ہجری میں نمودار ہوئی ہے۔اس سے پہلے صحاح ستّہ میں اور احادیث کے دیگر ابتدائی مجموعوں میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ چنانچہ ملّا علی قاریؒ نے اپنی تصنیف ”شرح الشّفا“ میں لکھا ہے کہ امام حلبی کہتے ہیں کہ یہ روایت صحاح ستّہ میں نہیں ہے اور امام طبرانی اسے ضعیف سند کے ساتھ لائے ہیں۔یعنی یہ ایسی روایت ہے جو تین صدیوں کے بعد ایک ایسی سند کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے جس پر ائمہ فنِ روایت نے واضح بحث کے ساتھ اسے ردّ کیا ہے۔ نیز یہ ان روایات میں سے بھی نہیں ہے جو بعد کے زمانوں میں اہل اللہ اور اولیاء اللہ نے براہِ راست رسول اللہؐ سے بذریعہ کشف سنیں۔

امام طبرانی کی تصنیف المعجم الصغیر کے بعد معروف کتابیں مثلاً المعجم الاوسط،الشفاء، فوائد، الاربعین المرتبۃ علی طبقات الاربعین،تاریخ دمشق (ابن عساکر)،تاریخ بغداد، مجمع الزوائد الفردوس بمأثور الخطاب، المواھب اللّدنّیہ، سبل الھدٰی، الفتاوٰی الکبرٰی اورالصارم المصلول ودیگر سب کتابیں جو اس روایت کو لئے ہوئے ہیں چوتھی صدی کی یا اس کے بعد کی ہیں۔

بالفرض اگر یہ روایت واقعۃً حضرت علیؓ کی اپنی روایت کردہ تھی اور ایک شرعی مسئلہ کی حامل تھی تو اسے احادیث کے اوّلین درجہ کی صحاح میں درج ہوجانا چاہیئے تھا۔حضرت امام حسینؓ اور حضرت علیؓ دونوں کبار صحابہؓ میں اور اوّلین اہل بیت میں سے تھے۔ ان کی روایت تو اپنے استناد اور علم روایت و درایت کے اعتبار سے مرفوع متّصل اور انتہائی اعلیٰ درجہ کی روایت ہونی چاہیئے تھی۔مگر یہ ایسی نہیں تھی۔اس لئے اس پر اکثر ائمّہ فن نے بحث کر کے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

روایت کی سند کی حیثیت

اس روایت پر فنِ روایت اور علم اسماء الرّجال اور جرح و تعدیل کے چوٹی کے علماء نے بحثیں کی ہیں۔جن میں سے چند ایک امام ملّا علی قاریؒ نے کتاب ”الشفاء“ کی شرح میں درج کی ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں۔

انہوں نے اس روایت کے ایک راوی عبد اللہ بن موسیٰ بن جعفر کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر یہ عبد اللہ بن موسیٰ ہاشمی ہے تو ابن ابی الفوارس نے کہا ہے کہ اس میں شدید تساہل پایا جاتا ہے یعنی لاپرواہی پائی جاتی ہے۔

علامہ ابو العبّاس الہاشمی البرقانی نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے اور وَلَہٗ اُصُوْلٌ رَدِيَّةٌ کہ اس روایت کی بنیاد ٹھوس نہیں ہے۔

امام حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ اگر یہ (عبد اللہ بن موسیٰ) وہی ہے تو اس کی پیش کردہ حدیثیں منقطع ہیں۔اگر یہ اس کے علاوہ کوئی اور ہے تو پھر مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ (منقطع روایت وہ ہے جس کی سند میں صحابی کے علاوہ کوئی اور راوی رہ گیا ہو اور سند کا سلسلہ ٹوٹ گیا ہو۔) مطلب یہ ہے کہ اگر یہ راوی وہی ہے جو اوپر کی سطور میں سمجھا گیا ہے تو یہ روایت مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر کمزور ہے۔اور اگر یہ راوی وہ نہیں ہے تو پھر یہ کوئی مجہول الحال راوی ہے، یعنی جس کا روایت و سند کے ائمہ کو علم نہیں۔ لہٰذا روایت کے اصولوں کے مطابق اس راوی کی روایت قابل اعتماد نہیں ہے۔

اس روایت کا دوسرا راوی علی بن موسیٰ ہے۔ اس کے بارے میں لکھا ہے: ”تَكَلَّمُوْا فِيْهِ“ کہ اس کے بارے میں لوگوں نے کلام کیا ہے یعنی اعتراض کئے ہیں۔

علامہ ابن طاہر نے کہا ہے ”يَأْتِي عَنْ اَبِيْهِ بِعَجَائِبَ۔“ کہ وہ اپنے والد کی طرف سے عجیب عجیب باتیں پیش کرتا ہے۔

امام ذہبی نے کہا ہے کہ اِنَّمَا الشَّأْنُ فِي ثُبُوْتِ السَّنَدِ وَاِلَّا فَالرَّجُلُ قَدْ كُذِبَ عَلَيْهِ وَ وُضِعَ عَلَيْهِ نُسْخَةٌ سَاءِرَةٌ كَمَا كُذِبَ عَلَى جَدِّهِ جَعْفَرَ الصَّادِقَ کہ سند کا ثبوت محلّ نظر ہے۔ یا پھر اس پر جھوٹ باندھا گیا ہے اور اس کے نام پر ایک پورا پلندہ ڈال دیا گیا ہے۔جیسا کہ اس کے اپنے دادا جعفر صادقؒ پر جھوٹ باندھا گیا تھا۔

(شرح الشفاء،ملّا علی قاری۔ القسم الرابع فی تصرف وجوہ الاحکام فیمن تنقّصہ او سبّہٗ علیہ السلام۔الباب الاوّل فی بیان ما ھو فی حقّہ اُ...... صفحہ 403)

اس روایت کے حامی اس تمام بحث کو جانتے ہیں جو اس روایت کو ضعیف ثابت کرتی ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ اسے ضعیف تو کہا گیا ہے مگر اسے موضوع قرار نہیں دیا گیا۔

ان لوگوں کو امام ذہبی کا یہ مذکورہ بالا بیان دیکھنا چاہیئے کہ ”فَالرَّجُلُ قَدْ كُذِبَ عَلَيْهِ وَ وُضِعَ عَلَيْهِ نُسْخَةٌ سَاءِرَةٌ۔“ پلندے تیار کر کے کسی دوسرے پر ڈال دینا یا اس کی طرف منسوب کر دینا، وضع کرنا ہی ہے۔ ایسے مواد کو ”موضوع“ ہی کہا جاتا ہے۔ان کی اس حجّت کو توڑنے کے لئے امام ذہبی کا یہ ایک قول ہی بہت ہے۔

وہ روایت جس میں سچ،دیانتداری،حافظہ، نیک شہرت، عبادات وغیرہ میں شہرت اچھی نہ رکھنے والے راوی ہوں،ضعیف کہلاتی ہے۔ جبکہ موضوع روایت وہ کہلاتی ہے جو جھوٹی ہو یعنی ایک بات غلط یا جھوٹے طور پر آنحضرتؐ کی طرف منسوب کر دی گئی ہو۔چنانچہ اس روایت میں یہ دونوں باتیں ہی واضح طور پر موجود ہیں۔یعنی یہ واضح طور پر ضعیف بھی ہے اور موضوع بھی۔

علمِ اسماء الرّجال اور جرح و تعدیل کے ائمّہ جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے،کے علاوہ امام نسائی، امام نور الدین الہیثمی،امام ابن حجر عسقلانی،امام دارقطنی، علامہ ناصر الدین البانی،علامہ یحیٰ بن معین، امام ابو حاتم الرازی رحمہم اللہ نے اس روایت کے راویوں پر علم روایت کے اعتبار سے واضح اور سنگین شواہد پیش کئے ہیں، یعنی ان کو جھوٹا، کذّاب،غیر ثقہ، ضعیف،موضوع روایات بیان کرنے والے، احادیث کو خلط ملط کرنے والے،احادیث چوری کرنے والے، حافظے میں کمزور اور سمجھ بوجھ میں ناقص،لوگ ان کے بارہ میں باتیں کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ بنیادی کمزوریوں والے قرار دیا ہے۔

اس بحث سے یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ اس روایت کی سند میں ایسے راوی ہیں جو نہ صرف یہ کہ غیر مستند ہیں اور مجہول یعنی نامعلوم ہیں بلکہ علمِ روایت حدیث کے حوالے سے بہت عیب دار ہیں۔ان بنیادوں پر یہ روایت اپنا استناد،اعتماد، مقام اور حیثیت کھو دیتی ہے۔ چنانچہ کسی نے اسے موضوع قرار دیا ہو یا نہ، عملاً یہ روایت ”موضوع“ کے مقام پر ہے۔

علاوہ ازیں یہ موضوع کیوں ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ارشاد فرمایا تھا یا نہیں؟ اس کی وضاحت اگلی سطروں میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

علاوہ ازیں اس روایت کے موضوع ہونے کا واضح اور کھلا کھلا ثبوت یہ ہے کہ یہ قرآن کریم کی تعلیم اور رسول اللہؐ کے ارشادات اور آپؐ کے پاک اُسوے کے خلاف اور اس سے متصادم ہے۔ امرِ واقع یہ ہے کہ نبی کریمؐ کی مکّے کی گلیوں میں مسلسل تیرہ سال توہین و تنقیص ہوتی رہی اور صحابہؓ کی تذلیل کی جاتی رہی۔ اسی طرح مدینے کے کوچے بھی آپؐ، ازواج مطہراتؓ اور صحابہؓ کی توہین و تحقیر کے گواہ ہیں۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ کبھی ایسا کرنے والے کسی کو نہ قتل کیا گیا نہ کوڑے مارے گئے۔ یہ ایسی حقیقت ہے کہ جس سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ یہ روایت عملاً رسول اللہؐ اور صحابہؓ کی زندگیوں میں رونما ہونے والے بکثرت واقعات کے کلیۃً خلاف ہے۔

دوسرا بیّن ثبوت یہ بھی ہے کہ یہ روایت حضرت علیؓ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔لیکن حضرت علیؓ کا اپنا عمل کلّیۃً اس کے خلاف ہے۔آپؓ نے کبھی صحابیؓ کو ”سبّ“ کرنے والے کسی شخص کو کوڑے نہیں مارے۔ اسی طرح کسی اور صحابیؓ نے بھی ایسا کرنے والوں کو سزا نہیں دی۔ یہ روایت جو دراصل اپنے حکم کے لحاظ سے ایک شرعی قانون کی حامل معلوم ہوتی ہے، اگر درست ہوتی اور صحابہؓ کے وقت موجود ہوتی تو حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کیوں اس سے پہلوتہی کرتے؟ پس ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت یہ روایت وضعی ہے۔اس لئے نہ تو یہ کوئی اسلامی اصول ہے اور نہ ہی کوئی شرعی قانون۔

روایت کا ناقابل عمل حصّہ

امام ابن تیمیہ کی کتاب ”الصارم المسلول“ کی جلد 2 صفحہ 173 پر یہ روایت بھی درج ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت عبد الرحمٰن بن

عوفؓ کو ’’گالی‘‘ دی۔ (یہ واقعہ آنحضرتؐ کے سامنے ہوا یا آپؐ کو اس کی اطلاع کی گئی، جو بھی صورتحال تھی اس پر آپؐ نے حضرت خالدؓ کو کوڑے نہیں مروائے۔ بلکہ) آپؐ نے فرمایا: ’’لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِی فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَوْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ‘‘ کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو کیونکہ اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر لے تو بھی ان میں سے کسی ایک کے ایک مُد (غلّہ ماپنے کا ایک پیمانہ جو غالباً 68 تولے وزن کے برابر ہے) تو کجا اس کے آدھے کے برابر بھی نہ پہنچے گا۔

اگر یہ روایت درست ہوتی تو آنحضرتؐ خود حضرت خالد بن ولیدؓ کو کوڑے مروا کر یا کوئی بدنی سزا دے کر اپنے عمل سے ایک اصول کا نفاذ کر کے شریعت کا ایک قانون پختہ طور پر قائم فرما جاتے۔ مگر آپؐ نے ایسا نہیں کیا بلکہ نصیحت کے طور پر صحابہؓ کے بلند مقام کے بیان پر ہی اکتفا فرمایا۔

پھر الصارم المسلول میں ابراہیم النخعی سے یہ روایت درج کی گئی ہے: ’’شَتْمُ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ مِنَ الْکَبَائِرِ‘‘ اور ابو اسحٰق السبیعی سے یہ روایت درج کی ہے: ’’شَتْمُ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ مِنَ الْکَبَائرِ الَّتِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی، اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَائِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْهُ‘‘ (جلد 2 صفحہ 174) کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دینا ان بڑے گناہوں میں سے ہے جن کی بابت اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ جن بڑے گناہوں سے تمہیں روکا جاتا ہے ان سے باز آجاؤ۔ (یہ سورۃ النساء کی آیت 32 کا ایک جزء ہے)

سوال یہ ہے کہ اگر صحابہؓ کو گالی دینے سے انسان گناہ کبیرہ کا مجرم ٹھہرتا ہے تو اس میں سے دو خلفائے راشدین حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور دیگر تمام صحابہؓ کیوں مستثنیٰ ہیں۔ صرف حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو کیوں اختیار کیا گیا ہے اور باقی سب صحابہؓ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر ایک اصول بنایا گیا تھا تو وہ سب پر یکساں اطلاق پانا چاہئے تھا۔ یہ کیسا شرعی اصول ہے کہ دو خلفاء پر تو لاگو ہوتا ہے، مگر دیگر دو پر نہیں۔ دیگر صحابہؓ پر بھی نہیں۔ پھر یہ بھی تو ہے کہ اگر دو صحابہؓ کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ پر سبّ وشتم کو خود آپؐ کی طرف سے اکبر الکبائر قرار دیا ہوتا۔ مگر سب جانتے ہیں شارعؑ نے ایسا نہیں کیا۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ مسئلہ اتنا ہی سنجیدہ تھا کہ صحابہؓ کو گالی دینے سے انسان گناہ کبیرہ کا مجرم ٹھہرتا ہے اور صحابہؓ کو گالی دینے والے کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اسے کوڑے مارو تو اہلِ تشیّع تو بلا استثناء اس کی زد میں آتے ہیں۔ انہیں گزشتہ پندرہ صدیوں میں کیوں کسی حکومت نے کسی بھی دَور میں توہین صحابہؓ کی وجہ سے انفرادی طور پر باجماعت کوڑوں کی سزا نہیں سنائی۔ ان کے دین کی فروعات میں تبرّا ایک ایسا بنیادی رکن ہے کہ جس کی وجہ سے وہ تمام صحابہؓ کو بالعموم اور شیخین جو صحابہؓ کے بھی سردار اور پہلے دو راشد خلیفے ہیں، ان کی غیر محدود اور غیر منقطع تسلسل کے ساتھ توہین وتحقیر کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس روایت کے پہلے حصے پر پُر تشدد رویّے اختیار کرنے والے اس کے دوسرے حصّے کو کیوں ترک کر دیتے ہیں؟

جہاں تک صحابہؓ پر ’’سبّ‘‘ کی سزا کا تعلق ہے، اگر یہ مسئلہ دین کے اہم اور بنیادی قوانین سے تعلق رکھتا تھا تو تحقیق کا حق ادا کرتے ہوئے ائمّہ سلف کو اس زیرِ بحث روایت کی روشنی میں درج ذیل روایات کا حل بھی تلاش کرنا چاہئے تھا۔ یہ معدودے چند روایات ہیں جو صرف صحیح بخاری سے بطور نمونہ پیش ہیں۔ جبکہ صحیح بخاری میں اور دیگر کتب میں اس نوع کی متعدد روایات موجود ہیں۔ چنانچہ

صحیح بخاری کتاب الھبۃ وفضلھا.....باب من اھدٰی الیٰ صاحبہٖ وتحرّٰی بعض.....میں ایک تفصیلی واقعہ درج کیا گیا ہے اور اس میں حضرت زینبؓ کے بارے میں لکھا ہے ’’فَسَبَّتْھَا‘‘ کہ آپؓ نے حضرت عائشہؓ پر ’’سبّ‘‘ کیا۔

بخاری کتاب المغازی باب الافك میں ہشّام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ’’سَبَبْتُ حَسَّانَ‘‘ میں نے حسّان بن ثابتؓ پر ’’سبّ‘‘ کیا۔

بخاری کتاب الادب باب قول الضیّف لصاحبہٖ۔ ۔۔میں لکھا ہے: ’’فَغَضِبَ اَبُوْبَکْرٍ فَسَبَّ‘‘ کہ ابو بکرؓ نے غصہ کیا اور ’’سبّ‘‘ کیا۔

ان روایات میں لفظ ’’سبّ‘‘ استعمال ہوا ہے۔ ان کے اردو تراجم میں اس کا عام معنیٰ گالی ہی کیا گیا ہے۔ ان صحابہؓ یا صحابیاتؓ کو کیوں کوڑوں کی سزا نہیں دی گئی؟ کیوں پیٹا نہیں گیا؟ یہ سب کبار صحابہؓ اور صحابیاتؓ ہیں۔ اگر گالی دینے کی سزا وہی ہے جو زیرِ بحث روایت میں قرار دی گئی ہے تو صحیح کتب کی صحیح روایتوں میں مذکور ان تاریخی حقیقتوں کو کیوں چھپایا جاتا ہے؟

بات یہیں نہیں ٹھہر جاتی کہ صحابہؓ نے صحابہؓ پر ’’سبّ‘‘ کیا بلکہ روایات میں رسول اللہؐ کے بارہ میں لکھا ہے کہ آپؐ نے بھی ’’سبّ‘‘ کیا۔ چنانچہ درجِ ذیل روایات ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ ’’فَسَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ‘‘

(بخاری کتاب اللّباس باب وصل الشّعر)

کہ رسول اللہؐ نے بال لگانے والی اور لگوانے والی پر ’’سبّ‘‘ کیا۔ (اس کے معنے ترجموں میں ’’لعنت‘‘ کئے گئے ہیں۔)

2۔ ’’قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَیُّمَا مُؤْمِنٌ سَبَبْتُهٗ أَوْ لَعَنْتُهٗ أَوْ جَلَدْتُهٗ فَاجْعَلْھَا لَهٗ زَکَاةً وَرَحْمَةً‘‘

(تاریخ مدینۃ دمشق (ابن عساکر) الجزء الرابع باب ذکر تواضعہ لربّہٖ و رحمتہٖ لأمّتہٖ.....)

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی مومن کو میں نے ’’سَبّ‘‘ کیا ہو (برا کہا ہو) یا لعنت کی ہو یا اسے پیٹا ہو تو میں اسے اس کے لئے اس کی پاکیزگی اور رحمت قرار دیتا ہوں۔

اسی باب میں اس کے ساتھ متعدد روایات درج ہیں جن میں اس لفظ کے علاوہ ’’شَتَمْتُ‘‘ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ تبوک کے سفر میں دو آدمیوں کے بارے میں آتا ہے: ’’فَسَبَّھُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ‘‘

(مسند احمد بن حنبل مسند الانصار، حضرت معاذ بن جبلؓ)

کہ رسول اللہ ﷺ نے (منع کرنے کے باوجود چشمے پر آپؐ سے پہلے پہنچنے والے) دو افراد پر ’’سبّ‘‘ کیا۔

اس مسئلے کا ایک اور رخ یہ بھی ہے کہ ایک روایت ’’الصارم المسلول‘‘ میں یہ بھی درج کی گئی ہے کہ ’’مَنْ سَبَّ اَصْحَابِی فَقَدْ سَبَّنِی، وَمَنْ سَبَّنِی فَقَدْ سَبَّ اللّٰهَ‘‘

(الصارم المسلول الجلّد الثانی صفحہ 1082 مطبوعہ رمادی للنشر المؤتمن للتوزیع)

کہ جس نے میرے صحابی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔

اس کا براہِ راست مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صحابہؓ میں سے کسی کو برا بھلا کہتے ہیں وہ دراصل رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) برا بھلا کہتے ہیں بلکہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ اگر لفظ ’’سبّ‘‘ کے معنے عرفِ عام والی گالی کریں تو اس کی زد میں کون کون آتا ہے۔ پس اس زیر بحث خود ساختہ روایت کے حصے ’’مَنْ سَبَّ اَصْحَابِی فَاضْرِبُوْهُ‘‘ کا قانون اگر انصاف اور عدل کے تقاضوں کے تحت جاری کیا جائے تو دیکھیں کہ بات کہاں سے کہاں تک جا پہنچتی ہے۔ صحابیؓ کو ’’سبّ‘‘ کرنے سے اگر بدنی سزا دینا رسول اللہؐ کا بیان فرمودہ اور قائم کردہ ایک قانون تھا تو ان تمام ’’سبّ‘‘ کرنے والوں کو کیوں زدوکوب نہیں کیا جاتا رہا؟ نیز اس زیرِ بحث روایت کے خلاف کھڑی ان متعدد صحیح حدیثوں کو عمداً کیوں نظر انداز کر دیا گیا ہے جو عفو و درگزر اور گستاخی کرنے والوں کو معاف کرنے کا سبق دیتی ہیں؟

ظاہر ہے کہ ایسے سوالوں کا سوائے اس کے اور کوئی جواب نہیں ہے کہ یہ زیر بحث روایت ہی بتمام وجوہ قابل ردّ ہے۔ سبّ و توہین خواہ رسول اللہ ﷺ پر کی جاتی تھی یا صحابہؓ پر، اس کی سزا قتل یا کوڑے لگانا نہیں تھی، لہٰذا تاریخ گواہی دیتی ہے کہ کبھی بھی یہ سزا نہیں دی گئی۔

روایت کے متن کا تجزیہ

اس زیر بحث روایت کے پہلے حصہ میں چار الفاظ ہیں:

1۔ مَنْ: جو۔ یعنی کوئی بھی ہو۔ چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ مسلمانوں میں بھی وہ کسی بھی فرقے یا مکتبِ فکر سے تعلق رکھتا ہو، بلا استثناء ’’مَنْ‘‘ کے احاطہ میں آتا ہے۔

2۔ سَبّ: اس لفظ کا عام معنیٰ گالی کیا گیا ہے اور عرب لغات میں بھی بنیادی معنیٰ یہی ہے۔ مگر اس کے ساتھ اس کے معنے اَلعَارُ یعنی عیب زنی اور تَقَاطُع یعنی تعلق منقطع کرنے کے بھی ہیں۔ اس کے معنے بے عزّتی کے بھی کئے گئے ہیں۔ امام راغبؒ نے اس کے معنوں میں ’’بیہودہ‘‘، ’’بے مقصد بات‘‘ اور ’’نامناسب الفاظ‘‘ بھی تحریر کئے ہیں۔

احترام، عقیدت، تقدّس اور بلند مقام کا تقاضا ہے کہ اگر صحابہؓ کی طرف سے لفظ ’’سبّ‘‘ ادا ہو تو اس کے نرم ترین معنے لینا ہی مناسب ہیں۔ وہاں گالی کے معنے نہیں لئے جا سکتے۔

حدیث اور سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے بھی یہ لفظِ ’’سبّ‘‘ ادا ہوا ہے۔ لیکن یہ ایک سچّائی ہے کہ جب یہ لفظ رسول اللہ ﷺ استعمال فرماتے ہیں تو اس کے نرم ترین معنی ہی لینے ہوتے ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہاں عام گالی والے معنی لئے جائیں گے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو کجا، کوئی نبی بھی گالی نہیں دیتا۔ لہٰذا ’’سبّ‘‘ کے محاوراتی معنے اختیار کرنے ضروری ہیں۔ اسی طرح کوئی شخص اگر نبی کریمؐ یا کسی اور نبیؑ پر ’’سبّ‘‘ کرتا ہے تو اس جگہ بھی ان کے لئے نرم ترین معنے لینے ہوں گے۔ کیونکہ کوئی گالی رسول کریمؐ کو یا دیگر انبیاء علیہم السلام کو نہیں پہنچتی۔

3۔ نَبِیًّا:۔ یہاں ’’نبیًّا‘‘ نکرہ ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ کوئی بھی نبی۔ یعنی صرف رسول کریم ﷺ نہیں بلکہ تمام نبی۔ اگر یہاں مقصود صرف رسول اللہ ﷺ ہوتے تو لفظ نَبِیًّا کی بجائے ’’النَّبِیَّ‘‘ یعنی معرفہ ہوتا تو فقرہ یوں ہوتا ’’مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ فَاقْتُلُوْهُ‘‘۔ پس اس کی نحوی ترکیب کی وجہ سے یہاں معنے یہ لئے جائیں گے کہ کسی بھی نبی کو کوئی برا بھلا کہتا ہے یا گالی دیتا ہے تو فَاقْتُلُوْهُ۔ اس روایت کے یہ لازمی معنے ہیں۔ چنانچہ ہر اس شخص کو جو آنحضرتؐ اور آپؐ سے پہلے یا بعد میں آنے والے نبیوں میں سے کسی کو گالی دیتا ہے تو اس سے فَاقْتُلُوْهُ کے معنوں کے مطابق سلوک ہونا چاہئے۔

4۔ فَاقْتُلُوْهُ: اس لفظ کے عام معنی تو جان سے مار دینے کے ہیں۔ مگر قرآن کریم، حدیث نبویؐ، عربی زبان اور محاورے کے مطابق قتل کے حقیقی معنوں کے ساتھ اس کے مجازی اور محاوراتی معنے بھی دیکھنے ضروری ہیں۔ چنانچہ

آیت کریمہ ’’قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَکْفَرَهٗ‘‘ (عبس:18) کے بارہ میں مفسّرین نے کہا ہے کہ یہاں قُتِلَ کا مطلب لُعِنَ ہے۔ یعنی (ایسے)

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

انسان پر اللہ کی لعنت ہو۔

اسی طرح ’’قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ أَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ‘‘ (التوبۃ: 30)اس کا معنیٰ یہ کیا گیا ہے کہ خدا منافقوں پرلعنت ڈالے۔

حدیث میں ہے ’’قَاتَلَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ‘‘ کہ اللہ یہود کو ہلاک کرے۔ اس کا مطلب یہ بھی لیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت ڈالے۔ اور بعض نے یہ معنے کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا دشمن ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے نمازی کو حکم دیا ہے کہ اگر نماز میں اس کے آگے سے کوئی گزرے تو ’’قَاتِلْہُ فَاِنَّہٗ لَشَیْطٰنٌ‘‘ کہ وہ شیطان ہے اسے سامنے سے ہٹادو۔ یہاں اس کے معنے موت کے گھاٹ اتارنے کی بجائے اسے ہٹا دینے کے لئے جاتے ہیں۔ یہ حدیثیں لغت کی کتابوں میں نظیر کے طور پر اس لفظ کے معنوں کے تعیّن کے لئے درج ہیں۔

اسی طرح کہتے ہیں: ’’قَتَلَ اللّٰہُ فُلَانًا‘‘ اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ اللہ اس کے شر سے بچائے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے وصال کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کی مجلس میں خلافت کے بارے میں جو ماحول قائم ہوا اس منظر میں حضرت عمرؓ نے کہا: ’’قَتَلَ اللّٰہُ سَعْدًا‘‘ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سعد (بن معاذؓ) کے شرّ سے بچائے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپؓ نے فرمایا: ’’اُقْتُلُوْا سَعْدًا قَتَلَہُ اللّٰہُ۔‘‘

(الطبری۔ جزء الثالث مطبوعہ دار المعارف مصر، واقعات سنۃ 11ھ، ذکر الخبر..... سقیفۃ بنی ساعدۃ)

مراد یہ تھی کہ اسے مقتول سمجھو کہ گویا یہ زندہ ہی نہیں۔ اس کی بات نہ مانو، اسے یوں سمجھو کہ وہ گویا قتل ہی ہوگیا، وہ گویا کالعدم ہوگیا ہے، بے حیثیت ہوگیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب فرمایا ’’اُقْتُلُوْہُ تو کسی ایک صحابیؓ نے بھی اس سے موت کے گھاٹ اتارنا مراد نہیں لیا۔

لغت و محاورۂ عرب میں سے حسبِ ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ جو لغتِ عرب میں سے ، تاج العروس، لسان العرب اور ، المعجم الوسیط وغیرہ سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:

قَتَلَ الشَّیْءَ خَبْرًا وَعِلْمًا۔ اس نے کسی بات کو علم کے لحاظ سے قتل کر دیا یعنی اس چیز کے بارے میں مکمل علم حاصل کیا۔ پھر یہ بھی کہتے ہیں۔

قِیْلَ لِلْخَمْرِ مَقْتُوْلَۃٌ: اس شراب کو مقتولہ کہا جاتا ہے، جب اس میں پانی ملا کر اس کی تیزی ختم کر دی گئی ہو۔

قَتَلَ فُلَانًا کہا جائے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ اس نے دوسرے کو ذلیل و رسوا کر دیا۔

تَقَتَّلَ الرَّجُلُ لِلْمَرْأَۃِ کا مطلب ہے کہ مرد عورت کا مطیع ہوگیا۔

نَاقَۃٌ مُقَتَّلَۃٌ ایسی اونٹنی کو کہتے ہیں جو مالک کے اشارے پر چلتی ہو۔

ان چند مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل کے معنے عربی میں صرف جان سے مارنے اور موت کے گھاٹ اتارنے کے نہیں ہیں بلکہ یہ لفظ اپنی صرفی ترکیب، صورتحال اور تناظر کے لحاظ سے اپنے مجازی اور محاوراتی معنے بھی اپناتا ہے۔ اسے اکثر مجازی معنوں میں بھی لیا جاتا ہے۔ اس لئے فَاقْتُلُوْہُ سے ہر جگہ جان سے مار دینا آیاتِ قرآنیہ، سنّتِ رسولؐ اور عربی محاورہ کے خلاف ہے۔

پس جب قرآن کریم، احادیث نبویہؐ، لغت و محاورۂ عرب میں قتل کے دیگر معانی موجود ہوں تو ایسی صورت میں اگر کوئی ایسی یقینی حدیث بھی جس میں ’’اُقْتُلُوْہ‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہو تو اس میں اس لفظ کا یہ ترجمہ کرنا کہ اس کو موت کے گھاٹ اتار دو، جائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ قرآن کریم کی صریح آیات اور سنّت و اسوۂ رسول ﷺ کے منافی ہوگا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام زندگی سے قطعی طور پر اور حتمی طور پر ثابت ہے کہ آپؐ نے آپؐ کی کھلی کھلی توہین کرنے والوں کو کبھی بھی قتل نہیں کیا، نہ گردن مارنے کا حکم دیا اور نہ ہی کسی صحابیؓ کے غیرت کے تحت اجازت طلب کرنے پر اسے اس کی اجازت دی۔ بلکہ آپؐ تو ایسے بدزبانوں کے لئے ہدایت کی دعا کرتے تھے۔ پس ان حقائق کی بنیاد پر اس زیرِ بحث روایت کو جہاں ہرگز قبول نہیں کیا جا سکتا، وہاں اس میں لفظ ’’فَاقْتُلُوْہُ‘‘ کے معنے جان سے مار دینا بھی کسی طور پر اختیار نہیں کئے جا سکتے۔ اس روایت کو اگر بفرضِ محال اخذ کر بھی کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی متواتر سنّت کے تحت اس فقرے کے صحیح، واضح اور متوازن معنے یہی بنتے ہیں کہ جو بھی کسی نبیؑ کے بارے میں نازیبا یا اس کی شان کے منافی کلام کرے اس کو اس سے روکو اور اس کی اس بدتمیزی کو کالعدم سمجھو۔ کیونکہ اس کی فضول حرکت سے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی شان میں ایک تنکا برابر فرق بھی نہیں پڑتا۔

پس یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ زیرِ بحث روایت میں ’’فَاقْتُلُوْہُ‘‘ سے جان سے مارنا یا گردن مارنا یا عرفِ عام کے مطابق قتل کر دینا مراد نہیں ہے۔

روایت کے الفاظ میں تبدل

یہاں یہ بھی قابل ذکر اور قابل فکر بات ہے کہ کتاب المعجم الصغیر جس میں سب سے پہلے یہ روایت نمودار ہوئی وہاں ’’مَنْ سَبَّ الْاَنْبِیَآءَ‘‘ کے الفاظ ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے: ’’مَنْ سَبَّ الْاَنْبِیَآءَ قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِی جُلِدَ۔‘‘ یعنی سب سے پہلی رونما ہونے والی اس روایت

بقیہ صفحہ 13 پر

ایک سبق آموز بات

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے مسندِ خلافت سنبھالتے ہی احباب جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ بعض دوست مجھے دعا کے لئے لکھتے ہیں کہ میرے لیے دعا فرمائیں۔ حضورؒ نے فرمایا کہ میں تو اللہ کا بندہ ہوں میں کیسے دعا فرما سکتا ہوں۔ میں نے تو اللہ کے حضور عرض کرنی ہوتی ہے۔

مرسلہ: درثمین احمد۔ جرمنی

فقہی کارنر

طلاق دینے میں جلدی نہ کرنے میں اجر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’اور جو خدا سے ڈرے گا یعنی طلاق دینے میں جلدی نہیں کرے گا خدا اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔ یہ خدا کا حکم ہے جو تمہاری طرف اُتارا گیا اور جو خدا سے ڈرے گا یعنی طلاق دینے میں جلدی نہیں کرے گا اور حتی الوسع طلاق سے دستبردار رہے گا خدا اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا اور اس کو بہت بڑا اجر دے گا‘‘

(آریہ دھرم، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 53 مطبوعہ نومبر 1984ء)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع و غروب آفتاب

15/اگست 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:38	18:51
مدینہ منورہ	04:33	18:56
قادیان	04:25	19:12
ربوہ	04:05	18:52
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:20	20:25